MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

لاہور

جلد نمبر 25

شمارہ نمبر 09

جنوری 2025ء / رجب المرجب 1446ھ

WWW.MIRRAT.COM

فنِ تعمیر نمبر

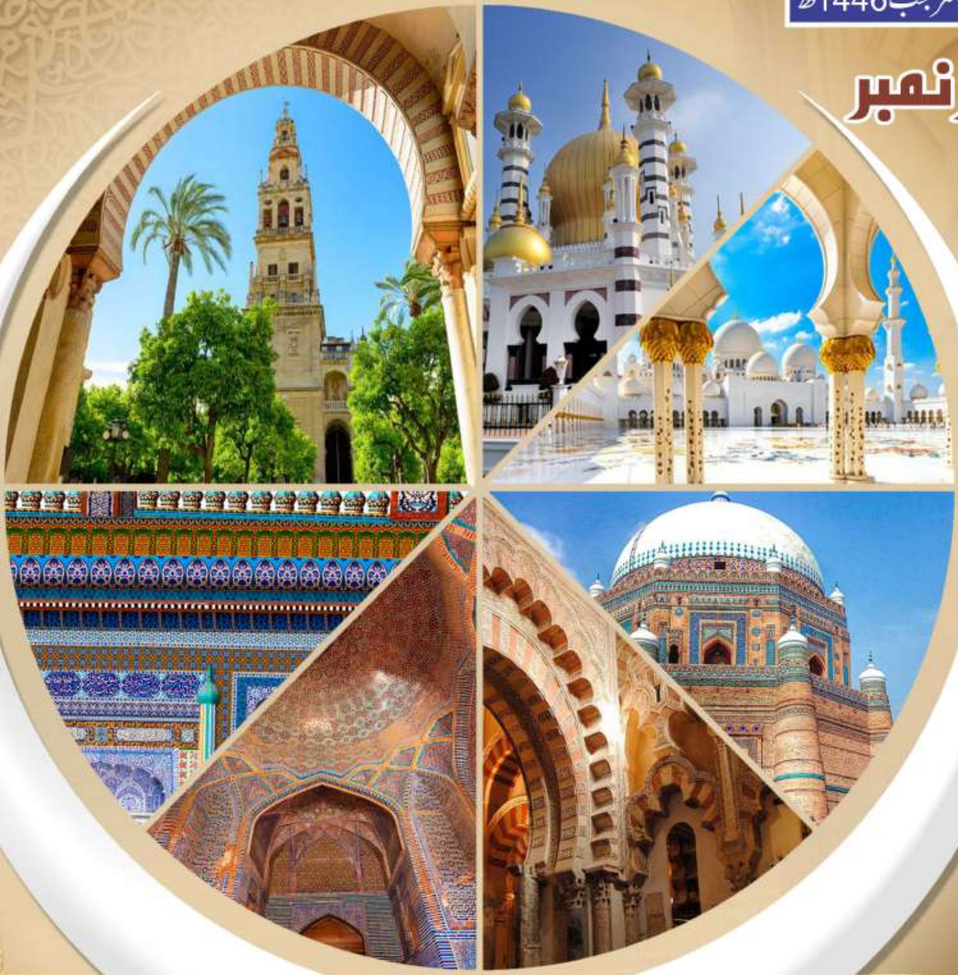

مسجد اقصیٰ کا تحفظ پوری امت مسلمہ کی دینی وملی ذمہ داری ہے۔

یہ مسلمانوں کا قبلہ اوّل اور مقدس مقام ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم تاریخی وثقافتی ورثہ ہے جس سے ہماری وابستگی غیر متزلزل ہے۔

حالیہ دنوں میں مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی اور اس میں توڑ پھوڑ نہ صرف مسلمانوں کے مقدس آثار مٹانے کی مذموم کوشش ہے بلکہ اس ورثے کے تحفظ کے لیے ایک کھلا چیلنج بھی ہے۔ آج عالمی تنظیموں خاص طور پر **یونیسکو** اور **او آئی سی** کو فوری اقدامات کرنے چاہئیں اور مسجد اقصیٰ کے تحفظ کو یقینی بنانا چاہیے۔

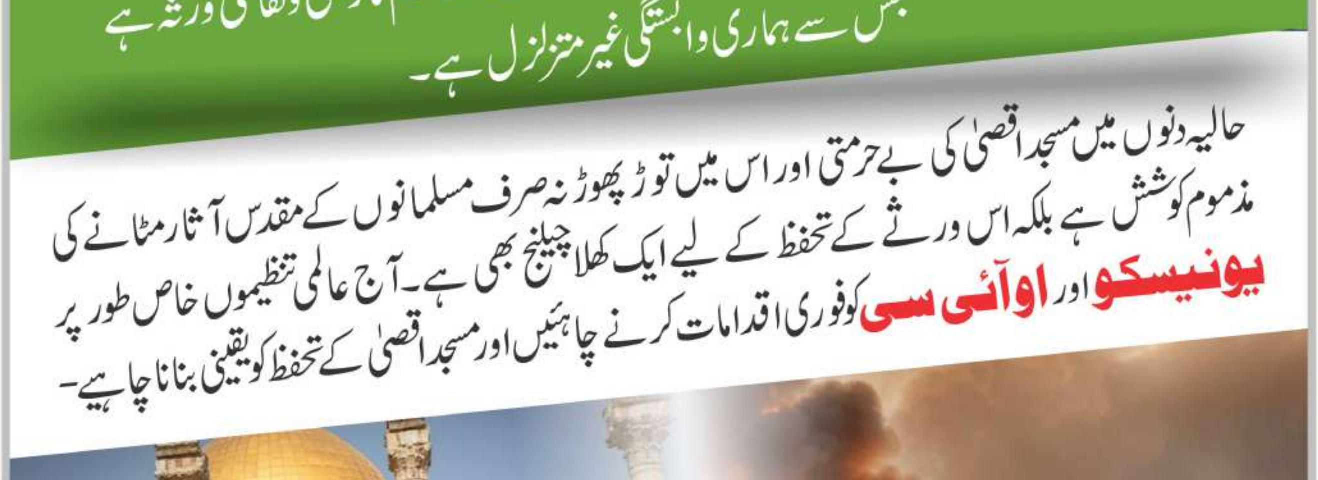

A Public Awareness Message

مسلسل اشاعت کا پچیسواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل لاہور

جنوری 2025ء / رجب المرجب 1446ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فیضانِ نظر

سُلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب قدس سرہ العزیز

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹوریل بورڈ:
- سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ
- مفتی محمد شیر القادری
- افضل عباس خان

آرٹ ایڈیٹر:
- محمد احمد رضا
- واصف علی

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

اس شمارے میں

1	اقتباس		3
	اداریہ		
2	دستک		4
	فنِ تعمیر نمبر		
3	فنِ تعمیر: اسلام کا مذہبی و جمالیاتی ذوق	ذیشان دانش	6
4	خانہ بدوش عربوں کا سرقہ: کس طرح اسلامی فنِ تعمیر نے یورپ نکھارا	ڈیاناڈارک / ڈاکٹر عبد الباسط	11
5	مسجد قرطبہ اور اسپین میں عبد الرحمٰن اول کی خدمات	ڈاکٹر عبد الرحمٰن	14
6	پاکستان میں مسلم فنِ تعمیر: ایک جائزہ	پروفیسر شاکر اللہ	17
7	مساجد کے فنِ تعمیر کا مختصر جائزہ: قدیم دور سے جدید دور تک کا سفر	غلام یٰسین	24
8	درگاہ حضرت سلطان باھوؒ کے فنِ تعمیر کا مختصر مطالعہ	حسن رضا آرکیٹیکٹ	30
9	مکلی کا قبرستان اور سندھ کی تاریخ	پروفیسر ڈاکٹر کرن شاہد صدیقی	36
10	اسلامی جیومیٹریکل ڈیزائن: تجزیہ اور کائناتی نقطۂ نظر	ذیشان القادری	41
11	مسلم محرابوں کی تاریخ	محمد شمشیر	47
12	اسلامی فنِ تعمیر میں منبر و محراب کی اہمیت	سمیرا اشرف	50

فی شمارہ نیوز پیپر	فی شمارہ آرٹ پیپر
80 روپے	110 روپے
سالانہ (ممبرشپ) 960 روپے	سالانہ (ممبرشپ) 1320 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
800	400	280

اپنی بہترین اور مؤثر کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے رابطہ کیلئے: 0300-1275009

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس، بندر روڈ، لاہور سے چھپوا کر 8-BS-698 تاج کمپنی چوک نزد ایم سی پی چوہان روڈ بندر روڈ لاہور سے شائع کیا

برائے خط و کتابت ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل P.O.Box No.11 جی پی او، لاہور E-mail: miratularifeen@hotmail.com

WWW.ALFAQR.NET, WWW.MIRRAT.COM

"وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ" (النحل:81)

"اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے سائے دیئے اور تمہارے لیے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ بنائی اور تمہارے لیے کچھ پہناوے بنائے کہ تمہیں گرمی سے بچائیں اور کچھ پہناوے کہ لڑائی میں تمہاری حفاظت کریں- یونہی اپنی نعمت تم پر پوری کرتا ہے کہ تم فرمان مانو"-

"حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"جس نے اللہ تعالیٰ (کی رضا) کیلئے چھوٹی یا بڑی مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا"-

(سُنن الترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ بُنْيَانِ الْمَسْجِدِ)

سرِّ ربانی محبوبِ سبحانی غوث الاعظم محی الدین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ — فرمان

"ایسی قوم کی پیروی کرو جو غیر اللہ کو نہیں جانتے اور غیر اللہ کی نہیں سُنتے اور غیر اللہ کو نہیں دیکھتے، رضائے الٰہی میں خلقت کی اذیّت پر صبر کرو- طرح طرح کی بلاؤں اور آزمائشوں کو برداشت کرو- یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے برگزیدہ عاجز بندوں کے آداب ہوتے ہیں ان کو سب سے الگ کر دیتا ہے اور طرح طرح کی بلاؤں اور آفتوں اور محنتوں میں مبتلا فرمادیتا ہے ان پر دنیا و آخرت اور عرش سے لے کر فرش تک تنگ کر دیتا ہے، ان کی ہستی فنا ہو جاتی ہے جب ہستی فنا ہوئی تو ان کو اپنا بنا لیتا ہے نہ کہ غیر کا- اپنے ساتھ قائم فرماتا ہے نہ کہ دوسروں کے ساتھ- ان کو دوسری ہستی عنائت فرمادیتا ہے- جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

"ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ"

"پھر اسے دوسری پیدائش عنایت کی- پس تو برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے"-

(فتح الربانی)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ — فرمان

الله چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لاندا ھو
جس گت تے سوہنا راضی ہوندا اوہو گت سکھاندا ھو
ہر دم یاد رکھے ہر ویلے سوہنا اٹھاندا بہاندا ھو
آپ سمجھ سمجھیندا باھو آپ آپے بن جاندا ھو

(ابیاتِ باھُو)

فرمانِ قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

ایمان، اتحاد، تنظیم

"آج مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ میں مسلمانانِ ہند کو فرد واحد کی مانند متحد دیکھ رہا ہوں جو اپنے قومی مقصد کو آگے بڑھانے پر قربانی کے لئے تیار ہیں- اب ہم نے تعمیر ملت کے عملی کام میں ہاتھ ڈال دیا ہے جیسے معاشرتی، تعلیمی اور اقتصادی امور، بالخصوص اپنے وطن پاکستان کی صنعتی لحاظ سے تعمیر نو"-

(عید کا پیغام مسلمانانِ ہند کے نام، بمبئی 18 ستمبر 1944ء)

فرمانِ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

رنگ ہو یا خشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود
قطرۂ خونِ جگر، سِل کو بناتا ہے دِل
خُونِ جگر سے صدا سوز و سرور و سرود

(بالِ جبریل)

تہذیب اور اسلامی فن تعمیر کی آفاقیت

اسلامی طرزِ تعمیر انسانی تاریخ کے عظیم ترین ورثوں میں سے ایک ہے، جو ایمان، ثقافت اور فن کے حسین امتزاج کو دنیا کے مختلف خطوں میں منفرد انداز میں پیش کرتا ہے- یہ طرزِ تعمیر اپنی ہمہ جہتی اور کثیر الجہتی خصوصیات کے باعث شمالی افریقہ کی وسیع مساجد، مشرقِ وسطیٰ کے عظیم گنبدوں، وسط ایشیاء کے دلکش نقش نگاروں، ایران کے نفیس محرابوں، ترکی کے بلند میناروں اور جنوبی ایشیاء کے شاندار تیموری مغل باغات میں ایک طرف تو اپنی دلکشی اور عظمت کا اظہار کرتا ہے اور دوسری جانب اپنی منفرد شناخت وجداگانہ ثقافت کا منہ بولتا ثبوت ہے- اسلامی طرزِ تعمیر کی بنیاد توحید کے نظریے پر رکھی گئی ہے، جہاں ہر ڈیزائن، ہر ساخت اور ہر تفصیل حتیٰ کہ رنگوں کا چناؤ بھی ایسا کیا گیا ہے جو اللہ پاک کی وحدانیت، عظمت اور جمال کی حمد و ثنا کو بیان کرتے ہیں- جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا“ (البقرہ:22)- یہ فن اللہ پاک کی قدرت کا مظہر اور اس کے بندوں کیلئے زمین پر سکون فراہم کرنے کا ذریعہ ہے-

بعض ذہنی پسماندگان مسلم سنہری دور کی عمارات پہ جملے کستے ہیں کہ جس زمانے میں ہم تاج محل بنا رہے تھے اس زمانے میں مغرب اوکسفرڈ اور کیمبرج جیسی یونیورسٹیاں تعمیر کر رہا تھا- اولاً: یہ مفروضہ تاریخی اور دیگر کئی اعتبارات سے درست نہیں ہے- ثانیاً: اس مفروضے کی ایک ”جگت“ سے بڑھ کر کوئی علمی حیثیت نہیں ایسی جگتیں غیروں کی نظر سے اپنی تاریخ پڑھنے کا نتیجہ ہیں- ویسے بھی جن مغربی یونیورسٹیوں کا حوالہ دیا جاتا ہے وہ تاج محل کے دور میں معرضِ وجود میں نہیں آئیں بلکہ اس سے بہت پہلے شروع ہوئیں- تاج محل 1632ء میں تعمیر ہوا جبکہ اس سے صرف 536 برس قبل یعنی 1096ء میں اوکسفرڈ میں تعلیم کا آغاز ہوا اور 423 برس قبل یعنی 1209ء میں کیمبرج کا آغاز ہوا- اس طرح کے تقابل اور موازنے صرف التباس (Confusion) کا نتیجہ ہوتے ہیں، مثلاً: یہ کہنا کس قدر غلط اور بے جا ہوگا کہ جس زمانے میں چائنا کی ٹاپ یونیورسٹی، زنگھوا یونیورسٹی بیجنگ (1911ء) کی بنیاد رکھی جا رہی تھی اس زمانے میں امریکہ ایمپائر سٹیٹ بلڈنگ (1930ء) بنانے میں مصروف تھا- مستقبل میں اگر امریکہ کے لوگ چائنا کی نظر سے لکھی گئی امریکی تاریخ کو ہی مستند حوالہ ماننے لگ گئے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ اگر 1800ء میں کانگریس بلڈنگ اور بعد میں ایمپائر سٹیٹ بلڈنگ پہ اتنی دولت نہ لٹائی گئی ہوتی تو چائنا اتنی بڑی طاقت نہ بن سکتا-

ہر تہذیب میں تعلیم و ترقی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ صدیوں تلک قائم رہنے والا اس کا نشان چھوڑا جائے، اس لئے ہر چیز کو اس کے درست تناظر میں دیکھنا چاہئے- درست تناظر یہ ہے کہ 1632ء کے مسلم برصغیر کے اندر فن تعمیر اور ریاضی کی تعلیم آج کے اوکسفرڈ اور کیمبرج سے بھی زیادہ ایڈوانس درجے کی دی جا رہی تھی تبھی تو تاج محل جیسے عظیم شاہکار وجود میں آ رہے تھے-

مساجد، مدرسے، قلعے اور مقبرے اسلامی فنِ تعمیر کے شاہکار ہیں، جو دنیا کے مختلف خطوں میں مقامی ثقافت اور طرزِ تعمیر کے مطابق تخلیق کیے گئے ہیں، یہ سچ ہے کہ سنگ و خشت جہان پیدا کرنے سے قاصر ہیں لیکن اکثر اوقات جہان تازہ کی بنیاد رکھنے کے لئے افکار تازہ کو نمو بخشنے کا کام کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں- سنگ و خشت کے یہ آثار تابناک ماضی کی جھلک دکھاتے ہیں جو روشن مستقبل کے لئے ایک جوش اور جذبہ پیدا کرنے کی سعی حاصل کے لئے آکسیجن کا کام کر سکتے ہیں- گو کہ آج یورپ میں بالعموم اور بالخصوص ہسپانیہ میں اسلام کے آثار تقریباً ناپید ہو چکے ہیں لیکن مسجد قرطبہ جیسی لازوال عمارت آج بھی عہد اسلامی کی یاد تازہ کرتی ہے-

یہ امر اس بات کا گواہ ہے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے جو علاقائی ثقافتی رنگوں کو یک جہت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے کہ اس ثقافتی ورثے کی شناخت کے آثار قائم رہیں، تاہم ان سب کا مشترکہ مقصد اللہ پاک کی وحدانیت و قدرت اور اسلام کی صداقت و ہمہ گیریت کو

اجاگر کرنا ہے- اسلامی فن تعمیر میں جیو میٹری، گرہ سازی، خطاطی اور نقاشی کا ایسا حسین امتزاج موجود ہے جو کائنات کی لامتناہی ترتیب اور تخلیق کی عکاسی کرتا ہے- اسلامی عمارتوں میں قرآنی آیات کی خطاطی نہ صرف فنکارانہ مہارت کی مظہر ہیں بلکہ یہ خالقِ کائنات کی یاد کو ہر لمحہ تازہ کرنے کا ذریعہ بھی ہیں-

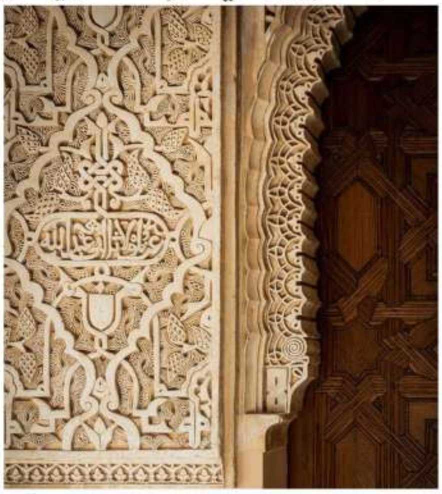

ان عمارتوں کے وسیع و کشادہ داخلی حصے جہاں آنے والوں کو سلامتی اور امن کے گہوارے میں خوش آمدید کہتے ہیں وہاں آنے والوں کو روحانی سکون مہیا کرنے کا باعث بھی بنتے ہیں- یہاں روشنی اور سایہ کے انتظامات نہایت باریک بینی سے کیے گئے ہیں اور ساتھ ہی ہوا کے گزرنے کا اہتمام بھی خصوصیت سے کیا گیا ہے تاکہ گھٹن اور تنگی کا سامان نہ ہو، اسلامی فن تعمیر کا یہ خاصا اسلام کی وسعت، شگفتگی اور تازگی کا مظہر بھی ہے- قرآن پاک میں ارشاد ہے "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے" (النور:35)- یہ نور اسلامی فن تعمیر کی شاہکار عمارتوں کے ہر گوشے میں نمایاں ہے- گنبد، محراب، منقش چھتیں، بلند و بالا مینار نہ صرف جمالیاتی دلکشی کا باعث ہیں بلکہ ظلمت کے چھٹ جانے کی نوید اور نور کی موجودگی کا استعارہ بھی اور یہ اللہ کی جمالیت، وحدانیت اور لامحدودیت کی عکاس بھی ہیں- مساجد کے صحن، پانی کے چشمے اور باغات انسان کو جنت کی یاد دلاتے ہیں- جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے "اور ان کے لئے وہاں باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں" (البقرہ:25) شہروں کے حسن کو دوبالا کرنے اور ان کی تروتازگی کو قائم رکھنے کے لئے اسلامی طرز تعمیر میں باغات بھی نمایاں مقام پر ایستادہ ہیں- طرزِ تعمیر اپنے عہد کے انسانوں کے خیالات کی مکمل عکاسی کرتا ہے، جیسا کہ مسجد قرطبہ کے طرزِ تعمیر سے علامہ محمد اقبال اس زمانے کے مسلمانوں کی صفات و جمالیات کو دیکھتے تھے، اقبال کے نزدیک ہسپانیہ کے مسلمانوں کے دن رات کی تپش، عظیم خیالات و افکار، عاجزی، وجاہت، طاقت و جہاں بانی، قلبی کیفیات حتیٰ کہ ان کا پورا طرزِ زندگی مسجد قرطبہ کے طرزِ تعمیر سے جھلکتا ہے، اس لئے وہ مسجد قرطبہ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

تجھ سے ہوا آشکار، بندۂ مومن کا راز	اس کے دنوں کی تپش، اُس کی شبوں کا گداز
اس کا مقامِ بلند، اس کا خیالِ عظیم	اس کا سرور، اس کا شوق، اس کا نیاز، اس کا ناز
خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات	ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز
ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ	غالب و کار آفریں، کار کشا و کار ساز

اسلامی طرزِ تعمیر مسلمانوں کے عظیم دور کی تخلیقی صلاحیتوں اور روحانی وابستگی کی عکاسی کرتا ہے، جو دنیا کے مختلف خطوں میں اپنی الگ شناخت کے ساتھ موجود ہے- انسان جب بھی اسلامی فن تعمیر کی ان شاہکار یادگاروں کو دیکھتا ہے تو اس عظیم ورثے کو دیکھ کر خود کو پہلے سے زیادہ پختہ اور ایک الگ جہان میں محسوس کرتا ہے- علاوہ ازیں یہ دنیا بھر میں مسلمانوں کی ایک مشترکہ وراثت کے طور پر قائم ہے- یہ فن ہمیں یہ یاد دلاتا ہے کہ ہمارے ایمان اور ثقافتی ورثے کی جڑیں کس قدر گہری اور مضبوط ہیں اور ہماری روزمرہ زندگی میں ان کی قدر و قیمت کتنی اہمیت رکھتی ہے- یہ فن تعمیر ہمیں بتاتا ہے کہ ہمارے اکابرین کا تعمیری شعور کتنا بلند تھا کہ انہیں اس بات کا ادراک تھا کہ یہ فن اپنی ثقافت سے آگہی کا اک نیا دور وا کرنے کے مترادف ہے، اس فن کے وسیلے سے آنے والی کئی نسلیں اپنے ثقافتی ورثے سے جڑی رہ سکتی ہیں- اسلامی فن و تعمیر نہ صرف ماضی کی عظمت کی علامت ہے، بلکہ یہ ہمیں اپنے حال کو بہتر بنانے اور آنے والی نسلوں کیلئے ایک شاندار ورثہ چھوڑنے کی ترغیب بھی دیتا ہے-

فن تعمیر

اسلام کا مذہبی و جمالیاتی ذوق

محمد ذیشان دانش

جب ہم فن تعمیر کی بات کرتے ہیں تو یہ فقط عمارت، تعمیر یا معمار کے معنی نہیں بتاتا بلکہ یہ اصطلاح اپنی معنویت میں اک وسعت کو سموئے ہوئے ہے جس کی جہات متنوع لیکن ایک دوسرے سے متصل ہیں۔ اس فن کا اظہار معاشرتی اور وقتی ضروریات کے تحت ہوتا ہے۔ ہر فن پارہ اپنے خالق کی نفسیات، انداز فکر، سوچ، وسعت نظری و قلبی، اس فنکار کی مہارت و جمالیات کا عکاس ہوتا ہے اسی طرح شاہکار عمارتیں بھی اپنے معمار کی سوچ کا آئینہ ہوتی ہیں۔ فن تعمیر کی تاریخ بھی لگ بھگ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ انسانی تاریخ۔

انسانوں نے اپنی سکونت اور حفاظت کی غرض سے مختلف طرز کی عمارات تعمیر کیں۔ اس طرز تعمیر میں موسم، بیرونی حملہ آوروں اور حالات کا کلیدی کردار تھا جسے انسان نے بھانپ لیا اور کبھی اپنی آنے والی نسل جبکہ کبھی اپنا راج سنگھاسن بچانے کے خاطر تگ و دو کی، کہیں اس نے جنگلوں سے لکڑیوں کو کاٹا اور اپنے استعمال میں لایا، تو کہیں چٹانوں کو ایسے تراشا کہ یہ اس کے لئے سائبان بن گئیں، کہیں مٹی میں مختلف چیزیں ملائیں تاکہ چھت بنا سکے اور کہیں پتھر کو ایسے استعمال کیا کہ وہ دیوار بن گیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کے انداز و طرز میں جدت آتی گئی اور پرانے تجربات اور نئی سوچ نے مٹیریل بنانے میں معاونت کی۔ انسان آہستہ آہستہ قدرتی پناہگاہوں سے نکل کر میدان میں آتا گیا، طرز تعمیر بھی وقتی اور علاقائی ضروریات کے تحت بدلتا گیا۔

ضرورت کے دائرے سے نکل کر انسان نے عمارات کو اپنے شکوہ اور عظمت کا استعارہ بنانے کی ٹھان لی، یہ انسانی خوشحالی اور وسائل پر اس کی دسترس کا منہ بولتا ثبوت تھا اور ساتھ میں انسان کا جمالیاتی ذوق بھی عمارات میں جھلکتا گیا۔

ایک طرف تو یہ فن دفاعی اعتبار سے اپنی اہمیت میں اضافہ کا باعث بنا جس کی عمدہ مثالیں ہمارے پاس مینار (واچ ٹاورز) قلعے وغیرہ ہیں تو دوسری طرف ثقافتی اظہار کا سبب، اک سمت میں شکوہ و بلندی کو آشکار کرنے کا موجب بنا جیسے محلات، باغات و اہرام وغیرہ تو دوسری طرف مذہبی و روحانی عقائد کے اظہار کا سبب جیسے مساجد، مندر، آتش کدے، وچرچ وغیرہ۔ کہیں جدت کو اپنانے اور علم و تحقیق کو فروغ دینے کی مرکز گاہ جیسے رسد گاہیں، جامعات وغیرہ۔ فنِ تعمیر ہر طرز کی عمارت کے لئے الگ الگ اصولوں پر کارفرما تھا کہ ضرورت کے مطابق ایسے تعمیر کیا جائے کہ ہر طرح کی عمارت اپنی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے آسودہ حال ہو اور اس کا سہرا اپنے وقت کے معماروں، تخلیق کاروں اور ان صاحب ثروت احباب کے سر جاتا ہے جنہوں نے اس فن کی ترویج کیلئے کاوش کی۔

انسان کی فطرت ہے کہ جس کے سامنے جبین نیاز کو جھکاتا ہے اس سے منسوب ہر شے کی عزت و تکریم اپنی حیثیت سے بڑھ کر کرتا ہے۔ اس فطرت سلیمی کا اظہار دین برحق میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ مسلمانوں کا قافلہ جو کہ چند نفوس قدسیہ پر مشتمل تھا جب دوسری ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ میں پہنچا تو تعمیر کا عمل اسی وقت شروع ہو گیا گو کہ یہ تعمیر ظاہری نہیں بلکہ روحانی تھی آپ (ﷺ) کی آمد مبارک نے "یثرب" کو "مدینۃ النبی (ﷺ)" بنا ڈالا۔ ابھی مسلمانوں کی حالت زار کافی خستہ تھی لیکن ایک مرکز کے قیام کی اشد ضرورت تھی جہاں مسلمان رہبر اعظم (ﷺ) کی اقتداء میں اپنے رب کے حضور اپنی جبین نیاز کو جھکا سکیں اسی امر کو پورا کرنے کے لئے "مسجد نبوی" کی بنیاد رکھی گئی۔ عالم اسلام کی پہلی عمارت کی بنیادیں کھودی گئیں جو کہ بظاہر تو اتنی گہری نہ

تھیں لیکن درحقیقت ان کی گہرائی کو ماپنا آسان نہیں آج 1400 برس بعد دنیا کے ہر خطے میں انہی بنیادوں پر کئی لاکھ مساجد و مدارس و خانقاہیں و آثار کھڑے ہیں- اینٹ، پتھر اور گارے سے ان دیواروں کی چنائی ایک محدود سی جگہ پر ہوئی، لیکن اس کی روحانی وسعت نے پوری دنیا کو اپنے حلقہ میں لے لیا- مسجد پاک کے ستون کھجور کے تنوں سے اور چھت کھجور کے پتوں، شاخوں سے بنائی گئی- گو کہ یہ تعمیر انتہائی سادہ تھی لیکن اسلام کی اشاعت و اقتدار کی بنیاد تھی -غزوہ خیبر تک شمع رسالت (ﷺ) کے پروانوں کی تعداد اتنی ہو گئی کہ اس کو توسیع دینی پڑی- وقت کا سیل رواں گزرتا گیا تاریخ نے عروج و زوال، شکستگی و خوشحالی کے مختلف دور دیکھے مجموعی طور پر اسلام اور مسلمان ریاستیں پھلتی پھولتی رہیں اور کئی طرح کے علوم و فنون بلندی و عروج پر پہنچے ان میں سے ایک "اسلامی فن تعمیر" بھی ہے-

اسلامی فن تعمیر دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مختلف خطوں میں پائی جانے والی متنوع تہذیبی، ثقافتی اور جغرافیائی اثرات کی عکاس ہے-اگر اسلامی فن تعمیر کی بات کی جائے تو اسلام کے انوار و تجلیات اور وسعت فن تعمیر میں بھی عیاں ہے- اسلامی حکومتیں خلفاء راشدین کے دور سے ہی وسیع ہونا شروع ہو گئیں- اسلامی فن تعمیر کی ترقی مختلف اسلامی سلطنتوں اور خلافتوں کے دوران ہوئی، جن میں مختلف طرز اور اصول شامل ہیں-سب سے پہلے شہر بسانے کی حکمت عملی کو اسلامی اصولوں کے مطابق بنایا گیا جس میں شہروں کی حدود بندی کا خیال اہمیت و ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا گیا جس میں مدینہ منورہ کی حد بندی اور اس سے مضافاتی بستیوں کی نشاندہی اولین کام تھا- اس کے بعد بصرہ اور کوفہ کے شہر بسائے گئے - اسلامی فتوحات نے جہاں علم و ہنر کے کئی در وا کئے وہیں فن تعمیر کو جلا ملی -مختلف طرز کی عمارتیں، عبادت گاہیں اور قلعے اسلامی سلطنت کا حصہ بنے، گھروں کی تعمیر کے ساتھ ان کی تزئین و آرائش کا کام بھی آہستہ آہستہ فن تعمیر میں شامل ہونے لگا-اس سے پہلے بنیادی ڈھانچے، مضبوطی و پائیداری اور جنگ و محاصرہ کے دوران ضروریات زندگی کا حصول ہی مطمع نظر تھا- آسودگی نے جمالیات کو افشاء کرنا شروع کیا اور اس پر مستزاد اسلامی جمال کا طرہ، جس نے فن تعمیر کو چار چاند لگا دیے اور اسلامی فن تعمیر کی دھوم اور انجینئرنگ کی شاہکار عمارتوں، جن میں صف اول میں مساجد، پھر محلات اور قلعوں کا نمبر آتا ہے، ایسے ہی مسلمان کے قائم کردہ مدارس و جامعات بھی ایک عرصہ تک مرکز نگاہ رہے - اسی لئے اسلامی فن تعمیر دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مختلف خطوں میں پائی جانے والی متنوع تہذیبی، ثقافتی اور جغرافیائی اثرات کی عکاس ہے-استحکام کا دور ہو یا شورش کا مسلمانوں کا جمالیاتی ذوق قائم و دائم رہا جس کے آثار ہمیں آج بھی نظر آتے ہیں-اس کا دائرہ کسی ایک خطے تک محدود نہیں بلکہ ہر دور اور ہر علاقے میں اس کی مثالیں موجود ہیں ان کا مختصر سا تعارف پیش خدمت ہے-

اسلامی دور کی مساجد:

مسلمان حکمرانوں اور معماروں نے اس سلسلے میں جو داستان عشق و عقیدت رقم کی ہے اس کی مثال دنیا میں کہیں موجود نہیں- اسلام کی اولین مسجد جو مسجد نبوی (ﷺ) کے نام سے موسوم ہے اس کی وسعت اور آرائش کا کام 16 سے زائد مرتبہ ہو چکا ہے، ہر دور کی وسعت اپنے اندر ایک تاریخ سموئے ہوئے ہے- خلافت عثمانیہ میں ہوئی توسیع کی داستان ایک طرف تو فن تعمیر کا شاہکار ہے اور دوسری طرف عشق کا سیل رواں، مسجد کی تعمیر میں استعمال کی جانے والی لکڑی اور پتھر کہیں دوسری جگہ استعمال نہیں ہوئے- آج یہ ایک مکمل کمپلیکس ہے جہاں لاکھوں لوگوں کے لئے نماز ادا کرنے، رمضان میں اعتکاف کرنے اور عام دنوں میں زیارت کرنے کے تمام انتظامات موجود ہیں- یہاں بیک وقت لاکھوں افراد کی موجودگی میں بھی گھٹن، اندھیرا یا ایسے منفی اثرات دیکھنے کو نہیں ملتے، تو دوسری جانب فن تعمیر کی اس اعلیٰ مثال نے ابتدائی دور کے نقوش کو بھی بہت حد تک محفوظ رکھا ہوا ہے- حالیہ توسیع کا سہرا خادمین حرمین شریفین کے سر جاتا ہے

جنہوں نے عالم اسلام کے انتہائی قابل اور متقی انجینئر کمال محمد اسماعیل کو یہ فریضہ سونپا جو 1908ء میں پیدا ہوئے اور 2008ء میں اس جہان فانی سے ایک لافانی اور عمدہ کام کر کے رخصت ہوئے- آپ اسلامی فن تعمیر کے ماہر تھے، اپنے تجربہ اور قابلیت کو حرمین شریفین کی توسیع میں صرف کیا اور اس کے لئے معاوضہ لینے سے انکار کر دیا-ایک خالص روحانی تجربہ اور تقویٰ میں بلندی کی غرض سے انہوں نے اس کام کو قبول کیا اور آج حجاز کے گرم اور شدید موسم میں انہوں نے حجاج، عمرہ زائرین کے لئے چھتریوں اور ٹھنڈے پتھر کا استعمال کر کے مشکلات کو آسان بنادیا-

مسجد قباء، کو مسجد نبوی سے لگ بھگ 3 یا 4 کلو میٹر دور آقا پاک (ﷺ) نے خود تعمیر فرمایا اور اس کی اہمیت بھی مسلم ہے-اسی طرح مسجد قبلتین اور مسجد علیؓ، اپنی اہمیت اور تاریخی پس منظر کے ساتھ ساتھ اپنے گنبد، میناروں کی عظمت اور نقشے کے اعتبار سے فن تعمیر کا ایک شاہکار ہیں-

مسجد کوفہ، کوفہ میں تعمیر ہونے والی عظیم الشان مسجد ہے، اس مسجد کی حیثیت و اہمیت مسلمانوں کے ہاں مسلمہ ہے، اسی مسجد میں حضرت علی المرتضٰی (رضی اللہ عنہ) کو شہید کیا گیا اس کے بعد کچھ عرصہ خلیفہ کے لئے مسجد میں حفاظت کی غرض سے ایک محراب نما اوٹ تعمیر کی جاتی تھی تاکہ یہ سانحہ پھر نہ رونما ہو-

قبۃ الصخرۃ کی تعمیر بنو امیہ نے یروشلم میں کی-اس مقام سے آقا پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سفر معراج کے موقع پر آسمان کی جانب تشریف لئے گئے تھے، یہ ابتدائی دور کی یادگار ہے یہ گنبد متاثر کن تھا-

مسجد اقصٰی، اسی گنبد کے نزدیک اموی حکمران عبد الملک نے تعمیر کروائی جو زلزلے کے باعث شہید ہو گئی تھی، اسے خلیفہ منصور نے دوبارہ تعمیر کروایا-

جامع مسجد دمشق، بھی اولین دور کی مسجد ہے، پھر پایہ تخت بغداد منتقل ہو گیا-اموی دور کے بعد بنو عباس تعمیرات کی سرپرستی کرتے رہے-بنو عباس کا دور تقریباً 500 برس پر محیط ہے-اس عرصے میں مملکت اسلامیہ نے خوب ترقی کی، صحرائے صحارا سے چین کی سرحدوں تک چار براعظموں پر اسلامی حکومت قائم تھی-یورپ کے یخ بستہ موسم سے افریقہ کے تپتے ریگستانوں تک مسلم حکومت کا جھنڈا الہراتا تھا، اتنے بڑے خطے میں جابجا مسلم فن تعمیر کے بے تحاشا آثار ملتے ہیں-جن میں سے حجاز مقدس میں تعمیر کردہ مساجد کی تزئین و آرائش کا کام ابھی حال میں دوبارہ ہوا ہے-اگر خلافت عثمانیہ میں تعمیر ہونے والی مساجد کا ذکر کریں تو ایک طویل فہرست ہے-

استنبول جو خلافت عثمانیہ کا مرکزی شہر تھا 2007ء کے مطابق صرف اس ایک شہر میں 2944 فعال مساجد موجود ہیں، یہ ایک شہر کی مساجد کی تعداد ہے جو ایک تسلسل کی طرف اشارہ ہے-ان مساجد کے گنبد، مینار اور نقشہ، تزئین و آرائش اپنی مثال آپ ہیں، لیکن صحابی رسول حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) کے نام سے موسوم ایوب سلطان مسجد اور آپؓ کا مزار مقدس اپنی مثال ہے-آپؓ نے ہی مسجد نبوی کی زمین کی قیمت ادا کی تھی-سلجوق دور، مملوک دور، ایران میں مساجد، ہرات، مزار شریف، بخارا، سمرقند، ملتان، لاہور، دہلی، قاہرہ، مراکش، قرطبہ، غرناطہ اور دیگر خطوں میں تعمیر ہونے والی مساجد اور قیام پاکستان کے بعد تعمیر ہونے والی مساجد کا ذکر کریں تو مضمون نہایت طویل ہو جائے گا- البتہ دور اولین سے آج تک تعمیر ہونے والی مساجد میں جس اسلامی فن تعمیر کی مماثلت ہے چاہے وہ عرب میں ہوں یا عجم میں، ایران میں ہوں یا افریقہ میں، ان میں چند بنیادی عناصر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ان میں اولین احساس کشادگی کا ہے، پھر موسم کو سامنے رکھتے ہوئے ایسا مٹیریل، زاویہ اور ڈھانچہ تیار کیا گیا کہ موسم کی شدت کا اثر کم سے کم ہو اور آواز بھی دور تک پہنچ جائے تاکہ نماز کیلئے آئے نمازی زیادہ پریشان نہ ہوں اور وہ باجماعت نماز بھی ادا کر سکیں اور اہم موقع پر خطبہ بھی سن سکیں-اس سائنسی طریق اور احسن انداز میں کی گئی انجینئرنگ کی مثال دیکھنے کو ذرا کم ملتی ہے-کشادہ ہال، متعدد داخلی اور خارجی راستے، محرابیں، عظیم گنبد اور بلند مینار دور ہی سے اسلامی فن تعمیر کے پرشکوہ ہونے کا عملی

ثبوت ہیں- اگر مساجد کی تزئین و آرائش کی جانب نظر دوڑائی جائے تو باقی مذاہب کے برعکس مساجد میں قرآنی آیات کو کندہ کیا جاتا تھا اور ابھی تک کیا جاتا ہے، جس کے باعث فن خطاطی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا- اسی بدولت مسلمانوں کے ہاں فن خطاطی اوج کمال کو پہنچا اور کئی رسم الخط ایجاد ہوئے - قرآنی آیات کو کندہ کرنے کے علاوہ حسین و پر وقار کاشی کاری و پچی کاری بھی مساجد کے حسن میں اضافہ کرنے میں معاون ہیں- یہ کاشی کاری اور عمدہ ڈیزائن مساجد کے گنبدوں سے دیواروں تک ہر جگہ دیکھنے کو ملتی ہے - حسین اور دیدہ زیب ٹائل کا استعمال بھی عام ہے جبکہ عمدہ پتھروں کا فرش اور ستون بنانے کی روایت بھی دور اولین سے ہی ڈال دی گئی- اس سلسلہ میں دودھیا سفید سنگ مرمر کو استعمال کیا جانا، مساجد میں پختہ لکڑی کا کام بھی معماروں کی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے- صحن اور مرکزی ہال میں لکڑی کے دروازے، جالی کا کام، محراب کی خوبصورتی عموماً لکڑی کی مرہون ہے، اور مساجد کا واحد فرنیچر جسے ''منبر'' کہا جاتا ہے عمدہ اور پائیدار لکڑی سے ہی تیار کیا جاتا ہے- اس لکڑی کا انتخاب اپنے اپنے علاقے میں دستیاب عمدگی کی بناء پر کیا جاتا ہے- دنیا میں موجود تمام مساجد کا رخ قبلہ کی طرف ایک وحدت میں پروئے ہونے کا احساس دلاتا ہے جہاں توحید کا نور دلوں کو منور کرتا ہے وہیں مساجد کو روشن کرنے کیلئے روشنی کا کام اولین دور سے ہی جاری ہے، جس میں بجلی آ جانے کے بعد انتہائی ترقی ہوئی اور مختلف طرز کی روشنیاں اور فانوس دیکھنے کو ملتے ہیں-

محلات، حویلیاں، گھر، باغات اور مقبرے:

مسلمان فرمانرواؤں نے جہاں سکونت اختیار کی اس جگہ نہایت خوبصورت محل اور حویلیاں تیار کیں جو فن تعمیر میں اپنی مثال آپ ہیں- نہ صرف یہ محل اور حویلیاں بلکہ شہروں میں کی گئی تعمیرات بھی اسلامی فن تعمیر کا منہ بولتا ثبوت ہیں- ماضی کے ان تابناک آثاروں میں سب سے اہم اور بلند 'الحمراء' ہے - الحمراء کی بنیاد 1213ء میں رکھی گئی اور یہ تقریباً 132 برس کے بعد 1345ء میں مکمل ہوا- اس قصر کو الحمراء یعنی سرخ پتھر کا محل کہا جاتا ہے - یہ عرب طرز کی عمارت ایک بلند پہاڑی پر قائم ہے، اس کی راہداریاں، آبی روش، باغات، کمرے، ہال، اندرونی اور بیرونی صحن، فوارے سب کے سب علم ریاضی اور جیومیٹری کے اصولوں پر تعمیر ہوئے، اس سلسلے میں الحمراء کی چھتیں خاصی شہرت کی حامل ہیں، لیکن ورطہ حیرت میں ڈالنے والی بات یہ ہے کہ 132 سال میں کئی حکمران اور معمار آئے لیکن عمدہ منصوبہ بندی اور اپنی دھن پر قائم حکمرانوں نے اس عظیم شاہکار سے دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کیا- اب ظاہر ہے کہ جس شاہکار کی تعمیر میں 132 سال کا عرصہ لگا یہ فن ایک مفصل تحقیق کی طلب کرتا ہے ہمیں امید ہے کہ قارئین کرام اس سلسلے میں اپنی معلومات کو بڑھانے کے لئے اس عظیم شاہکار کے متعلق موجود مواد سے ضرور استفادہ کریں گے- اندلس کے بعد تاریخ کے صفحات سے نظر چراتے خلافت عثمانیہ میں محلات کا ذکر کریں تو صرف استنبول میں 10 سے زائد محلات تھے جو شاہی خاندان کے استعمال میں تھے، فن تعمیر کے حوالے سے یہ عظیم شاہکار تھے- شاہی محلات کو اگر چھوڑ بھی دیں تو استنبول کے عام گھر بھی موسم اور حالات کو مد نظر رکھ کر بنائے گئے جن میں لکڑی کے فریم میں کچی اینٹ اور گارے سے بھرائی کی جاتی یہ گھر موسم گرما میں سرد اور سرما میں گرم رہتے- جبکہ شاہی محلات کثیر منزلہ، ہوتے ان سے باہر کے مناظر کیسے نظر آئیں گے؟، کا خاص خیال رکھا جاتا، کھڑکیاں، بالکونیاں، روشندان، صحن و راہداریاں، پانی کے حوض و فوارے، سایہ کیلئے چھتریاں، محل سے متصل باغات و سبزہ سے اٹی روش، جالی و محراب، نشست و برخاست، قیام و طعام کے الگ کمرے، مطبخ اور قاعہ (چھت پر مہمانوں کیلئے آرائش و زیبائش والا کمرہ جہاں ان کی مہمان نوازی کی جاتی تھی) پر مشتمل یہ محلات اپنی شان و شوکت کا منہ بولتا ثبوت ہیں- یہ محلات و تعمیرات سلجوقی طرز تعمیر کی بنیاد پر قائم ہیں جنہوں نے کسی حد تک سلجوق فن تعمیر کو بھی زندہ رکھا ہوا ہے-

سلطان محمود غزنوی کی ہندوستان فتح کے بعد آہستہ آہستہ اسلامی فن تعمیر برصغیر کی سرزمین پر وارد ہونا شروع ہوا- قطب الدین ایبک اور اس کے جانشین گو کہ بہت زیادہ تعمیرات نہ کر سکے کیونکہ نئے علاقے کے انتظامی امور زیادہ

اہمیت کے حامل تھے، لیکن قطب مینار اور قطب مسجد اسلامی فن تعمیر کا منہ بولتا ثبوت ہیں-اس کے بعد تغلق خاندان، خلجی خاندان، سید خاندان اور لودھی خاندان کی بنائی عمارتیں مغلوں کو ایک بنیاد فراہم کرنے کیلئے کافی تھیں- جبکہ دوسری طرف سندھ وملتان کے طرز تعمیر کے ساتھ عرب طرز تعمیر نے اسلامی فن تعمیر کو برصغیر میں ایک الگ ہی جلا بخشی- مغل دور حکومت میں برصغیر دنیا کی اقتصادی ترقی میں 22 فیصد کا حصہ رکھتا تھا، اس عظیم ریاست کے فرمانروا ایک الگ ہی ذوق کے حامل تھے جو اپنی بنیاد میں جہاں وہ ترک و افغان ورثے کو سموئے ہوئے تھے وہیں ایرانی فنون سے بھی آشنا تھے جبکہ ان سے پہلے کے اسلامی فن تعمیر بھی ان کی نظر میں تھا جس کا ثبوت ہمیں ان کی تعمیر کردہ عمارتوں میں ملتا ہے-

ہندوستان میں مقامی طرز تعمیر یکسر مختلف تھا، گو یہاں کا ورثہ اپنی ایک الگ مذہبی ومقامی شناخت رکھتا ہے لیکن جو طرز تعمیر مغلوں نے اپنایا اس کی دلکشی اور پائیداری کا کوئی مول نہیں- مغلوں نے برصغیر میں اسلامی فن تعمیر کو ایک الگ ہی پیمانہ بخشا، انہوں نے جہاں بڑے بڑے محلات تعمیر کئے وہیں باغات لگانے میں بھی بخل سے کام نہیں لیا، قلعے اپنی اور عوام کی حفاظت کو مدنظر رکھتے ہوئے بنوائے تو شہروں کو بھی نظر انداز نہیں کیا وہاں دروازے اور بارہ دریاں بنوائیں، مساجد و مقبرے کی تعمیر سے مغلوں کو خاص شغف تھا- انہوں نے ایسے باغ بنوائے جہاں پھل دار درخت تو تھے ہی لیکن خوشبو بکھیرتے پھولوں کے پودوں کی بھی بہتات تھی- انہوں نے محلات و باغات میں پانی کی نہریں بنوائیں، حوض اور فوارے لگوائے جن کے نشانات آج بھی موجود ہیں- محققین کے مطابق مغل دور میں فن تعمیر کے میدان میں پہلی بار سائز اور ڈیزائن کا مختلف انداز میں استعمال ملتا ہے- سجاوٹ کے لئے سنگ مرمر پر نقش و نگار اس دور کی خاصیت ہیں- اس دور میں رنگ برنگی پھول پتیوں کا بھی بے حد دلکش استعمال کیا گیا- اس دور میں گنبد اور ٹاورز کو سجانے کا رواج بھی چلا- مغلیہ دور کی تعمیرات میں اکبر کا مقبرہ، ہمایوں کا مقبرہ، نور جہاں و جہانگیر کے مقبرے (لاہور، پاکستان)، تاج محل، اعتماد الدولہ کا مقبرہ، اورنگزیب کا مقبرہ (اورنگ آباد)، فتح پور سیکری اور اس کے محلات، آگرہ کا قلعہ اور اس کی عمارتیں، دہلی کا لال قلعہ اور اس کی عمارتیں، دلی کی جامع مسجد، فتح پوری مسجد، لاہور کا شاہی قلعہ اور بادشاہی مسجد وغیرہ خاص اہمیت کی حامل ہیں- کہتے ہیں کہ ہمایوں کا مقبرہ تاج محل کے مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے، مغلوں کے دور کو ”تعمیرات کی بہار“ اور ”آرٹ کی رانی“ کا دور بھی کہا جاتا ہے-

خانقاہ و مزارات:

اہل بیت، صحابہ اکرام (رضی اللہ عنہم)، اولیائے و علمائے امت، شہداء، صدیقین و صالحین (رحمۃ اللہ علیہم) کے مزارات کی تعمیر بھی اسلامی فن تعمیر میں ایک الگ حیثیت کی حامل ہیں- اس سلسلے میں سب سے اہم اور شاہکار عمارتیں اہل بیت کے مزارات و زیارات ہیں، جن میں نجف مشرف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، شام میں سیدہ بی بی زینب (رضی اللہ عنہا) کا مزار مقدس، کربلا معلی میں نواسہ رسول امام عالی مقام (رضی اللہ عنہ) اور ان کے جانثاروں کے مزارات، مشہد میں حضرت امام رضا (رضی اللہ عنہ) کا روضہ مقدس، عراق میں حضرت امام موسیٰ کاظم (رضی اللہ عنہ) اور حضرت امام تقی جواد (رضی اللہ عنہ) کا روضہ مبارک، بغداد میں غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کا روضہ مبارک، امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کا روضہ مبارک، قونیہ میں حضرت جلال الدین رومی (رحمۃ اللہ علیہ) کا مزار، ازبکستان میں امام بخاری اور خواجہ بہاؤالدین نقشبند (رحمۃ اللہ علیہم) کا روضہ مبارک، اسی طرح پاک و ہند میں سینکڑوں اولیائے کاملین کے مزارات مرجع خاص و عام ہیں، ان تمام مزارات میں اسلامی فن تعمیر اپنے اپنے علاقائی رنگ و مزاج کے ساتھ جھلکتا ہے-

اسلامی فن تعمیر کی مختلف عمارات جن میں جامعات، کتب خانے، رسد گاہیں، شفاء خانے، تجربہ گاہیں اور مدارس جا بجا اپنے آثار لیے ہوئے ہیں جو اسلامی فن تعمیر کا جمالیاتی ذوق عیاں کرنے کا باعث ہیں-

☆☆☆

خانہ بدوش عربوں کا سرقہ

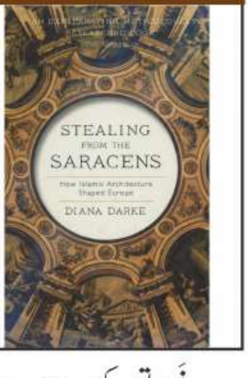

کس طرح اسلامی فن تعمیر نے یورپ نکھارا

(کتاب پہ تبصرہ)

مصنفہ: ڈیاناڈارک
تبصرہ: ڈاکٹر عبد الباسط (یو ایم ٹی، لاہور)

فَنِّ تعمیر کسی خاص علاقے کے کلچر، روایات، طور طریقوں اور وہاں کے بسنے والوں کی بود و باش کو طرّزِ تعمیر کے ذریعے اظہار کا نام ہے- ہر خِطّے کا طرزِ تعمیر (Architecture) اُس کی شناخت تصور کیا جاتا ہے- عمارات کی تعمیر میں ڈھانچے سے لے کر بناوٹ و نقوش کاری تک مختلف مراحل طے ہوتے ہیں جِن میں کئی تصورات و نظریات کو سامنے رکھا جاتا ہے- یہ نظریات بنیادی طور پر اُس علاقے کے کلچر، روایات، عقائد اور فنون لطیفہ کی عکاسی کرتے ہیں- جغرافیائی اعتبار سے دُنیا میں کئی قومیں آباد ہیں جو مختلف مذاہب، نظریات و عقائد، روایات اور کلچر کی حامل ہیں جِن کا اظہار وہاں کے باسیوں کے رہن سہن، سماج اور بود و باش سے ہوتا ہے-

فنِّ تعمیر کے تناظر میں اگر دُنیا کے مختلف علاقوں کا جائزہ لیا جائے تو وہاں کی حکومتوں کا اِس پر باقاعدہ اثر نظر آتا ہے؛ وہ چاہے عرب ہو، وسطی ایشیائی ممالک ہوں، ہر جگہ حکمران نظریات کی جھلک نظر آتی ہے- یہاں ایک بات واضح کرنا ضروری ہے کہ جِس طرح عالمی سطح پر علم و حکمت، تعلیم و ترقی اور فلسفہ اپنے ارتقاء اور بنیاد کے اعتبار سے مُسلم حکمرانوں، فلسفہ دانوں اور سائنسدانوں کا محتاج ہے وہیں فنِّ تعمیر میں جدت اور ترقی بھی مسلمان ریاضی و فزکس دانوں اور حکمرانوں کے ہی مرہون منت ہے- اِسلامی معاشرے میں کیونکہ مذہب کو ایک بنیادی اکائی ہے تو اِس کا عکس اُس کے ماننے والوں کے ہر پہلو میں نظر آتا ہے اور کیونکہ مسلمان بحیثیت علمبر دارِ دین مختلف ادوار میں دُنیا کے طول و عرض پر راج کرتے رہے تو وہاں اپنے نظریات اور آثار چھوڑ کر آئے- اِسی طرح اگر مشرق اور مغرب کے درمیان ثقافتوں اور تہذیبوں کے ملاپ کو دیکھا جائے تو تحقیق سے پتا چلتا ہے کہ مغربی ترقی، اِسلامی ثقافت، نظریات، فن، فلسفہ اور سائنسی علوم سے ماخوذ ہے-

اِس پہلو سے ہم آہنگی اور شناسائی کے لئے ہم ڈیانا ڈارک (Diana Darke) کی ایک شاہکار کتاب؛

"Stealing from the Saracens: How Islamic Architecture Shaped Europe".

کا جائزہ لیں گے- جو نہ صرف موضوع بلکہ تحقیق اور تجزیے کے اعتبار سے بھی اپنا ثانی نہیں رکھتی- گہرائی سے لکھی گئی یہ کتاب یورپی گوتھک طرزِ تعمیر پر اسلامی دُنیا کے اثرات کا وسیع جائزہ پیش کرتی ہے- اِس کا مقصد تاریخی تناظر میں مغرب اور مشرق کے درمیان ثقافتی تعاملات کا بغور جائزہ پیش کرنا ہے- یہاں لفظ "Saracens" ایک قدیم اصطلاح کے طور پر استعمال کی گئی ہے جو یورپی لوگ قرونِ وُسطیٰ میں مسلمانوں کے لئے استعمال کرتے تھے- یہ کتاب خاص طور سے قرون وسطیٰ کے دور میں صلیبی جنگوں کے اثرات اور اس دور کے عِلم و فنون کے تبادلے پر روشنی ڈالتی ہے- ڈارک نے بڑی خوبصورتی سے واضح کیا کہ کس طرح یورپی ثقافت نے اِسلامی دُنیا سے متاثر ہو کر ترقی کی منازل طے کیں اور اپنے فن تعمیر کو جدید رنگ دے کر دنیا کے سامنے جھوٹی تصویر پیش کی- جبکہ مصنفہ نے اِس کتاب میں فلسفہ، فن اور سائنسی علوم کے تبادلے کو تفصیل سے بیان کیا ہے جو کہ اُس دور کی تہذیبوں کے باہمی اثرات کی عکاسی کرتا ہے- ڈیانا ڈارک کے مطابق اِسلامی اور یورپی تہذیبوں کے درمیان ثقافتی اور تکنیکی تبادلے کی بنیادی وجہ صلیبی جنگیں، تجارتی راستے اور سیاح بنے-

کیونکہ ہر معاشرے میں پڑھا لکھا طبقہ ہی اُس کی اقدار و روایات کی ترویج و ترقی میں اپنا کردار ادا کرتا ہے- تو سترہویں صدی میں مغرب کے فنون لطیفہ اور فنِّ تعمیر میں کرسٹوفر رَین (Christopher Wren) کا بہت اہم کردار رہا- کرسٹوفر کو برطانوی تاریخ میں ایک سائنسدان اور فلسفی کے طور پر جانا جاتا ہے جِس نے زندگی کے 36 برس مختلف طرز کی عمارتیں (گرجا گھر) بنانے میں صرف کئے-

اِس کتاب میں مصنفہ ایک نئی تاریخی بصیرت پیش کرتی ہیں جس میں وہ روایتی نظریے کو چیلنج کرتے ہوئے اِس بات کی وضاحت پیش کرتی ہے کہ گوتھک طرزِ تعمیر قطعی طور پر یورپ کی اپنی مکمل تخلیق نہیں- اِس بات کا دعویٰ وہ گوتھک طرزِ تعمیر کی

بنیادی خصوصیات کو سامنے رکھتے ہوئے لکھتی ہیں کہ اِس میں نوکیلے محراب (Pointed Arches)، پسلی دار گنبد (Ribbed Vaults)، اڑتا ہوا ستون: یہ وہ طرزِ تعمیر ہوتا ہے جس میں ایک بیرونی معاون ستون عمارت کی دیوار سے جڑا ہوتا ہے، جو دیوار پر آنے والے بوجھ کو سہارا دینے کا کام کرتا ہے (Flying Buttresses) در حقیقت اسلامی طرزِ تعمیر سے سے ماخوذ ہیں- اِن ڈیزائنوں اور تکنیکوں کا اِستعمال قرونِ وسطیٰ کے دور میں عرب، اندلس، فرانس اور بازنطینی علاقوں میں بخوبی ملتا ہے- کتاب میں تاریخی دستاویزات، فنِ تعمیر کی تصویروں اور مختلف مثالوں؛ جن میں وینس، پیرس اور دیگر یورپی شہروں کے گرجا گھروں میں اِسلامی طرزِ تعمیر کے اثرات کی وضاحت پر سیر حاصل گفتگو کی ہے-

ڈیانا ڈارک لکھتی ہیں کہ کوئی بھی تہذیب تنہائی میں ترقی نہیں کر سکتی اور فنِ تعمیر و ثقافتی وراثت کسی بھی طور پر کسی ایک خطے یا تہذیب کی ملکیت نہیں ہو سکتے- یورپی صلیبیوں نے جنگوں کے دوران نا صرف اِسلامی عمارتوں کو قریب سے دیکھا بلکہ اِن کے ڈیزائن بھی سیکھے- وینس، امالفی اور جنیوا جیسے شہروں نے اِسلامی دُنیا کے معماروں، نظریات اور تجارتی سامان کو اپنانے میں اہم کردار ادا کیا- تعلیمی اعتبار سے اندلس کو ایک مرکزی حیثیت حاصل تھی جہاں مُسلم تعلیمی اداروں نے یورپ کو سائنسی علوم کے ساتھ فنِ تعمیر کے اصول بھی سکھائے-

ڈیانا ڈارک مزید لکھتی ہیں کہ اموی جامع مسجد دمشق کے نوکیلے محراب، پیچیدہ جیومیٹری اور تعمیراتی اصولوں نے یورپی گوتھک گرجا گھروں کی تعمیر کو بہت متاثر کیا- اِسی طرح قرطبہ کی عظیم مسجد کے ستون اور گنبدی ساختوں کی تکنیک کے اثرات کو نوٹرے ڈیم (Notre-Dame de Paris) جیسے کلیسائے کی تعمیر میں بخوبی دیکھا جا سکتا ہے- علاوہ ازیں، یورپی گوتھک عمارتوں میں شیشے کی کھڑکیوں اور فلائنگ بٹرس کا استعمال بھی اِسلامی طرزِ تعمیر کا واضح اثر ہے- مصنفہ تحقیق کے تناظر میں یہ پیغام دینا چاہتی ہیں کہ فنِ تعمیر ایک مشترکہ انسانی رویہ ہے جو کسی ایک خطے یا تہذیب کی ملکیت تصور نہیں کیا جا سکتا- نشاۃ ثانیہ اور اِس کے بعد کے ادوار میں یورپ نے اپنی شناخت کو نمایاں دکھانے کی غرض سے اِسلامی نظریات و ثقافت کو غلط طریقے سے پیش کیا جس میں بنیادی کردار یورپی نواز مذہبی و سیاسی ہرکاروں نے ادا کیا- ڈیانا ڈارک کے اِس درست اور متوازن تجزیے سے تاریخ کی نا صرف صحیح سمت کا تعین کیا جا سکتا بلکہ بین الثقافتی تعلقات کو بھی سمجھا جا سکتا ہے-

مصنفہ اِسلامی طرزِ تعمیر کے ارتقاء اور اِس کی منفرد خصوصیات کا گہرائی سے جائزہ پیش کرتی ہیں- وہ لکھتی ہیں کہ؛ اسلامی طرزِ تعمیر قرآنی اصولوں، جغرافیائی اہمیت، ثقافتی اقدار اور تاریخی پسِ منظر پر مشتمل مختلف تہذیبوں کا مجموعہ ہے- ڈارک اس بات کی بھی وضاحت پیش کرتی ہیں کہ کس طرح اِسلامی طرزِ تعمیر نے گوتھک طرزِ تعمیر کو ترقی کی بنیادیں فراہم کیں اور دُنیا کو متاثر کیا- اِسلامی فنِ تعمیر سادگی، ہم آہنگی، جمالیات، فعالیت، ترتیب، خوبصورتی اور اِسلامی بنیادی اصولوں کی شاہکار نظر آتی ہے- سر زمین عرب میں پروان چڑھنے والے فنون لطیفہ اور ثقافت پر اِسلامی افکار، جغرافیائی و ماحولیاتی اثرات اور روایات و عقائد کا واضح اثر نظر آتا ہے- ڈیانا ڈارک نے یہ بات بھی لکھی ہے کہ اِسلامی فنِ تعمیر کی ابتداء اور بنیادوں میں جہاں عرب ثقافت و اقدار کا اثر ہے وہیں بازنطینی، ساسانی اور رومی طرزِ تعمیر استفادے کے آثار بھی نمایاں نظر آتے ہیں-

علاوہ ازیں، ڈیانا ڈارک نے اِس کتاب میں اِسلامی تاریخ کے مختلف ادوار (امیہ دور شام اور سپین میں، عباسی دور، اموی دور، سلجوق وغیرہ) کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے اِن ادوار میں ہونے والی (فنِ تعمیر کے ذریعے) ترقی اور عروج کی داستانیں رقم کی ہیں-

اِسلامی معماروں نے اِن تہذیبوں کے روحانی اور جمالیاتی حُسن کو تعمیراتی تکنیکوں میں استعمال کرتے ہوئے منفرد شاہکار تخلیق کئے- ڈارک کے مطابق، نوکیلے محراب، پسلی دار گنبد، جیومیٹرک ڈیزائن، خطاطی، صحن اور حوض ہر مسلم طرزِ تعمیر میں مشترک نظر آتے ہیں- ڈارک کے مطابق دمشق اور اموی خلافت، بغداد اور عباسی دور اور اندلس (قرطبہ اور غرناطہ) اِسلامی فنِ تعمیر کے بنیادی مراکز تصور کئے جاتے ہیں- اِسی طرح اگر مُسلم فنِ تعمیر کے شاہکاروں کا ذکر کیا جائے تو؛ اموی مسجد، راؤنڈ سٹی آف بغداد، مسجد قرطبہ، الحمرا محل وغیرہ سرِ فہرست نظر آتے ہیں جن کے اثرات یورپی گوتھک عمارتوں میں بھی دیکھے جا سکتے

ہیں- اِن حقائق کی بنیاد پر ڈیانا ڈارک اِسلامی طرزِ تعمیر کی ابتداء کو ایک روحانی، سماجی، تکنیکی اور معاشرتی انقلاب قرار دیتی ہیں جن کے اثرات یورپ سمیت پوری دُنیا پر نظر آتے ہیں- جن کی بدولت اِسلامی فنِ تعمیر کو محض ایک تاریخی شے کی بجائے، ایک عالمی ورثہ کے طور پر تسلیم کیا جانا چاہیئے-

ڈیانا ڈارک صلیبی جنگوں کو جہاں مذہبی اور سیاسی تنازعے کے طور پر دیکھتی ہیں وہیں اِن جنگوں کو یورپ اور اسلامی دُنیا کے درمیان ثقافتی و فنی تبادلے کا ذریعہ بھی قرار دیتی ہیں- مصنفہ کے نزدیک یہ جنگیں دونوں تہذیبوں کے درمیان تعمیراتی، علمی اور تکنیکی خیالات کے تبادلے اور فروغ کا نا صرف ذریعہ بنیں بلکہ اِن کے اثرات یورپی گوتھک فنِ تعمیر اور دیگر ثقافتی مظاہر میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں- گیارہویں صدی میں شروع ہونے والی صلیبی جنگوں کا بنیادی مقصد یورپی عیسائیوں کے لئے یروشلم (فلسطین) کا حصول ممکن بنانا تھا- اِن جنگوں کے دوران صلیبیوں کو مسلم ثقافت و افکار کے ساتھ مُسلم فنِ تعمیر کو بھی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا جس نے اُن کے ذہنوں پر اَن مِٹ نقوش چھوڑے- تجارت اور جنگ کے نتیجے میں حاصل ہونے والی اشیاء (مخطوطات، نقشے، فنون وغیرہ) نے یورپ کے علمی و تعمیراتی افکار کو متاثر کیا جبکہ قلعوں (قلعہ حلب، قلعہِ صلاح الدین وغیرہ) اور مساجد کی بناوٹ نے بھی انہیں تعمیر و ترقی کے لئے روڈ میپ مہیا کیا- قلعہ ”کریک ڈیس چیوالیر“ یورپی طرزِ تعمیر کا شاہکار تصور کیا جاتا ہے، لیکن ڈارک کے نزدیک اُس کے تعمیراتی ڈیزائن میں بھی کئی چیزیں مُسلم فنِ تعمیر سے مُستعار لی گئی ہیں- اِسی طرح صلیبیوں نے نوکیلے محراب اور پسلی دار گنبد جیسے عناصر کا استعمال بھی مُسلم فنِ تعمیر سے سیکھا ہے جن کا اظہار گوتھک طرزِ تعمیر (نوٹرے ڈیم کیتھیڈرل جیسے کلیساؤں) کی بنیاد بنا- مزید بر آں! اِسلامی مساجد اور محلات کے فنِ تعمیر نے بھی صلیبیوں کو بہت متاثر کیا جس کا اثر گوتھک طرزِ تعمیر میں رنگین شیشوں اور کھڑکیوں کی صورت میں دیکھا جا سکتا ہے- ڈیانا ڈارک کے مطابق، صلیبی جنگوں نے یورپی صلیبیوں کو اسلامی علم و فنون کے خزانوں تک رسائی فراہم کرنے میں مدد دی اور اِسلامی سائنس، ریاضی، جیومیٹرک ڈیزائن، نقش و نگار اور طب کے میدان میں ہونے والی ترقیات کے بارے نا صرف صلیبیوں کو آگاہی فراہم کی بلکہ یورپی آرٹ کو بھی متاثر کیا- اِن جنگوں کے نتیجے میں ہاتھ آنے والے پیمائشی آلات، نقشے اور انجینئرنگ کے اوزاروں کو یورپ لاکر استفادہ کیا گیا- مصنفہ اس بات کی بھی قائل ہے کہ صلیبی جنگوں کا دور مختلف تہذیبوں کے مکالمے کا دور تھا جو اِس بات کا ثبوت ہے کہ انسانی ترقی تہذیبوں کے تعاون سے ہی ممکن ہے جنہیں سمجھنے کے لئے کشادہ دلی کے ساتھ بین الثقافتی تعلقات میں بہتری ضروری ہے-

ڈیانا ڈارک کے نزدیک تجارتی راستے (ریشم کے راستے اور بحیرۂ روم کی تجارتی بندر گاہیں) بھی یورپی فنِ تعمیر میں تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہوئے اور یہ مراکز تجارتی و ثقافتی روابط کا مرکز تھے- اِسلامی دُنیا سے یورپ میں نہ صرف تجارتی اشیاء (ریشم، مصالحہ جات، شیشے وغیرہ) منتقل ہوئیں بلکہ فنِ تعمیر اور سائنسی خیالات نے بھی یورپ کو متاثر کیا جن کا اظہار اِٹلی اور جنوبی یورپ کی بیشتر عمارتوں میں پایا جاتا ہے- مصنفہ نے اندلس کو تہذیبوں کا سنگم قرار دیتے ہوئے اِسلامی اور یورپی تاریخ میں اِس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے- ڈارک کے نزدیک اندلس میں قرطبہ اور غرناطہ جیسے شہروں نے اِسلامی دُنیا کے تعمیراتی کمالات و افکار کو یورپ تک پہنچایا- اِس کے علاوہ، اِن علاقوں کی تعمیرات کے اثرات فرانس، جرمنی اور اِٹلی کے گوتھک گرجاگھروں میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے- اِسلامی فنِ تعمیر میں خطاطی، ڈیزائن اور نقش و نگار کو روحانی اور تکنیکی اہمیت حاصل ہے جبکہ گوتھک عمارتوں میں انہیں تزیئن و آرائش کے طور پر استعمال کیا گیا ہے-

ڈیانا ڈارک نے اِس کتاب کے ذریعے مُسلم فنِ تعمیر کے جن پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے- تحقیق، تجزیے اور مکالمے کی مناسبت سے یہ کتاب مُسلم فنِ تعمیر کے حق میں ایک بلند آواز ہے جسے عام کرنے کی اشد ضرورت ہے- اِسلامی افکار و اقدار کی حامل تاریخی مسلم عمارتوں کو مزید اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے- تاکہ عالمی سطح پر اِس اسلامی تشخص اور اسلامی فنِ تعمیر کے اثرات کو واضح کیا جا سکے- مصنفہ کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ، تاریخ کو اُس کے افکار سے دیکھا جائے اور جو کریڈٹ جس کے حصے میں آتا ہو اُسے دینا چاہیئے- مُسلم سائنسدانوں، سیاستدانوں، حکمرانوں، ریاضی دانوں اور فلسفیوں کے مثبت تاثر کی وضاحت ضروری ہے- مزید بر آں عالمی ترقی کے لئے ادا کیئے گئے اُن کے کردار کو بھی سراہنا چاہیے-

☆☆☆

مسجد قرطبہ اور اسپین میں عبدالرحمٰن اول کی خدمات

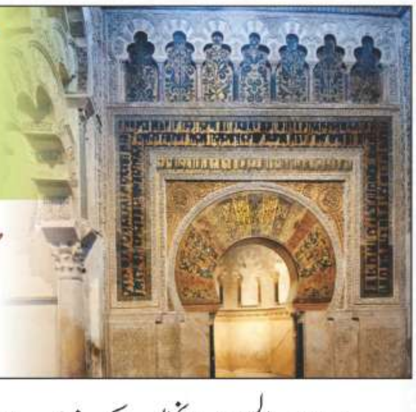

ڈاکٹر عبدالرحمٰن
(سابق پروفیسر اینڈ ڈائریکٹر آف آرکیٹیکچر ڈیپارٹمنٹ، یو-ای-ٹی، لاہور)

711ء عالمی تاریخ میں ایک نہایت اہمیت کا سال ہے- جہاں ایک طرف محمد بن قاسم کی قیادت میں اسلامی افواج وادی سندھ کو فتح کر رہی تھیں وہاں مغرب میں طارق بن زیاد کی سربراہی میں مسلمان سپین کو سرنگو کر رہے تھے- مسلمانوں نے اسپین کو فتح کرتے ہی ایک ایسی حکومت کی بنیاد رکھی جس نے اسلامی ثقافت، زراعت، فلکیات، جغرافیہ اور سائنسی علوم کو بام عروج تک پہنچادیا- مسلمانوں نے اپنی فوجی قوت کے ساتھ ساتھ مقامی لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو بہتر بنایا اور اقتصادی ترقی کی راہیں ہموار کیں- قرطبہ جو اس وقت کا ایک بڑا شہر تھا علم و ادب کا مرکز بن گیا- یہاں عظیم فلاسفہ، سائنسدان اور دانشور پیدا ہوئے جنہوں نے یورپ میں علم کی روشنی پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا- مسلمانوں نے اسپین میں 1492ء تک حکومت کی اور ان 7 دہائی سے زیادہ عرصہ میں غرناطہ، اشبیلیہ، مالاگا اور مدینۃ الزہرا جیسے شہر علوم و فنون کے نہ صرف مراکز بنے بلکہ مسلمانوں نے ان میں اسلامی فن تعمیر کے شاہکار تخلیق کیے- اس مضمون میں ہم مسجد قرطبہ کے فن تعمیر اور عبدالرحمٰن اول کی خدمات کا جائزہ لیں گے- مضمون کے آخری حصہ میں ہم اسلامی فن تعمیر کے یورپ پر بھی اثرات کا جائزہ لیں گے-

اسپین میں اسلامی فن تعمیر کی بنیاد عبدالرحمٰن اول (731ء-788ء) نے رکھی- عبدالرحمٰن اول جو کہ اموی خلیفہ تھے، نے مدینۃ الزہرا اور قرطبہ میں اسلامی فن تعمیر کے شاندار منصوبوں کا آغاز کیا- ان کا سب سے بڑا کارنامہ قرطبہ کی جامعہ مسجد (مسجد القری) اور مسجد الزہرہ کی تعمیر ہے- عبدالرحمٰن اول کا تعلق دمشق سے تھا اور وہ دمشق کی اموی مسجد کے فن تعمیر سے بخوبی واقف تھے- اس لیے انہوں نے اس نمونے کو سامنے رکھتے ہوئے ایک قدم اور آگے بڑھ کر فن تعمیر کو ایک قابل قدر مثال بنا دیا جس کو آج عالمی ثقافتی ورثے میں شامل کیا گیا ہے-

مسجد قرطبہ کی بنیاد 784ء اور 786ء کے دوران رکھی گئی- وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مسجد چھوٹی پڑتی گئی اور اسی وجہ سے اس کی دوبارہ توسیع کی گئی- ابتدائی تعمیر کے دوران مختلف ثقافتوں کے اثرات کو یکجا کیا گیا- مسجد کی تعمیر میں دوہری محرابیں، خوبصورت ستون اور آرائشی خطاطی شامل تھی- ان تعمیرات میں عرب، بربر اور ہسپانوی فنون کے امتزاج کو فروغ ملا- مسجد کے فن تعمیر میں محرابوں کی تعمیر ایک خاص اہمیت کی حامل ہے- یہاں پر مسجد اموی دمشق کی طرز پر دوہری محرابوں کا منفرد نظام متعارف کرایا گیا جس میں ایک محراب دوسری محراب کے اوپر بنائی گئی جس کا مقصد عمارت کی اندرونی کشادگی کا احساس دلانا ہے- محرابوں کو مختلف رنگوں کے پتھروں خصوصاً سرخ و سفید کے متبادل استعمال سے مزین کیا گیا ہے- یہ خوبصورت اور متوازن نمونہ تخلیق کرتا ہے جو دیکھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے- محراب اسلامی رومی اور وزیگوتی طرز تعمیر کے امتزاج کی عکاس ہے جس میں گول ستونوں کے اوپر ستون رومن طرز تعمیر سے مشابہت رکھتے ہیں- ستونوں کے اوپر دوہری محرابیں کشادگی کے ساتھ روشنی اور سائے کے ایک دلکش نمونے کو بھی پیدا کرتی ہیں- مسجد کی تعمیر میں تقریباً 1250

ستونوں کا استعمال کیا گیا ہے- محرابوں کی اندرونی طرف گولائی بنانے کے لئے اینٹ اور پتھر کا استعمال کیا گیا ہے-

جب مسلمانوں کی آبادی اسپین میں بڑھی تو مسجد میں نمایاں توسیع کی گئی -عبد الرحمٰن دوئم نے پہلی توسیع 832ء اور 852ء کے درمیان کی-اس توسیع نے مسجد کے حجم کو دگنا کر دیا اور مزید ستونوں اور محرابوں کا اضافہ کیا-اس توسیع کو اپنے پرانے طرز تعمیر کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے-وقت کے ساتھ بڑھتی ہوئی دولت اور فن کے ارتقا، مسجد کی سجاوٹ اور پیچیدہ ٹائل کا کام اس بات کی عکاسی کرتا ہے-مسجد کی دوسری توسیع عبد الرحمان سوئم کے زمانے میں ہوئی جس میں ایک نیا محراب، مینار اور باغ کو توسیع کے ساتھ شامل کیا گیا-

مسجد کی تعمیر اور تزئین میں اینٹ، چونے کا پتھر، گرینائٹ اور تھوبے کے کام کا جابجا استعمال کیا گیا ہے-مسجد کے فرش سنگ مرمر اور گرینائٹ سے بنائے گئے ہیں- اندرونی تزئین کیلئے شیشے کے موزیک کا استعمال کیا گیا ہے- مسجد کی بیرونی دیواروں پر ویسیگوتھ (نعل نما محراب لیکن یہ اسلامی نعل نما محراب کی نسبت کم گول اور زیادہ زاویہ دار ہوتی ہے اور اس کا خم اکثر بنیاد کی افقی لائن سے تھوڑا نیچے تک بڑھا ہوتا ہے)، تھیوڈر (نیم دائرہ نما) اور ملٹی فولڈ (نوکدار) محرابوں کا استعمال نظر آتا ہے-

مسجد کی ایک اور خصوصیت اس کا گنبد ہے- یہ گنبد محراب کے اوپر واقع ہے اس گنبد کو شاندار موزیک اور خطاطی سے مزین کیا گیا ہے- جو اس دور کی فنکاری کی مہارت کی عکاسی کرتا ہے- جامع مسجد کا مینار شمالی افریقہ کے میناروں کی طرز پر بنایا گیا ہے- مسجد باہر سے ایک قلعے کی مانند دکھائی دیتی ہے جس میں صدر دروازے کو نہایت خوبصورتی سے مختلف ڈیزائن سے مزین کیا گیا تھا جس میں بلائنڈ آرچز جیو میٹری کے اشکال کی گرہ بندی درختوں کی بیلوں کی واضح موجودگی نہایت اہمیت کی حامل ہے جو صدر دروازے پر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ مسجد کے اندر داخل ہوں اور اسلامی فن تعمیر کے اعلیٰ شاہکار کا بذات خود مشاہدہ کریں-

29 جون 1239ء کو قرطبہ ایک سانحہ سے دوچار ہوا- عیسائی بادشاہ فریڈیننڈ سوئم نے اپنی وسیع فوجی دستے کے ساتھ قرطبہ کو اپنے زیر نگوں کیا اور ساتھ ہی مسلم اسپین کے دوسرے شہروں پر اپنا تسلط قائم کر لیا-مسجد قرطبہ کے اصل ڈھانچے کو تبدیل کرتے ہوئے اس کے وسط میں ایک کیتھڈرل (کلیسا) کی تعمیر شروع کر دی جو آج بھی قائم ہے-اندرونی تبدیلیوں کے باوجود مسجد کی ابتدائی خصوصیات محفوظ رہیں جس میں محرابوں کا استعمال اور ان کے ڈیزائن کی ہم آہنگی کو برقرار رکھا گیا ہے- جامعہ مسجد میں موجود تعمیراتی جدتوں نے بعد میں بننے والی عمارتوں پر گہرے اثرات مرتب کیے جس میں نہ صرف اسپین بلکہ عالمی سطح پر بھی ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں-اس کے ہارس شو (نعل نما) محرابیں، اور پیچیدہ ٹائل ورک بعد کی اسلامی فن تعمیر کے لیے ایک مثال بن گئی-

قرطبہ کی جامع مسجد اپنے عہد میں اسلامی تمدن کا مرکز رہی ہے-جہاں سے علوم فنون اور اسلامی ثقافت کی روشنی پھیلی-عباس ابن فرناس (810ء-887ء) اندلس کی ایک ہمہ گیر شخصیت تھی-اس نے مسجد قرطبہ کے مینار سے دنیا کے تاریخ کی پہلی تجرباتی پرواز 875ء کے قریب کی-اس نے ہوابازی کے شعبے میں ابتدائی تجربات کیے-ابن فرناس نے ایک ایسی مشین تیار کی جو پروں سے مشابہت رکھتی تھی اور اسے انسانی پرواز کیلئے استعمال کیا-ابن فرناس نے مسجد قرطبہ کے مینار سے چھلانگ لگائی اور مختصر وقت کے لیے ہوا میں پرواز کی لیکن جب وہ زمین پر اترے تو ان کی ٹانگیں زخمی ہو گئیں کیونکہ اس میں لینڈنگ کا مناسب انتظام موجود نہیں تھا-ابن فرناس کی چوٹیں اتنی شدید تھی کہ وہ اس قابل نہ ہو سکا کہ دوبارہ پرواز کر سکے-ابن فرناس کے اس تجربے کو ہوابازی کی تاریخ کا نہایت ہی اہمیت کا حامل تجربہ قرار دیا جاتا ہے جس سے آئندہ آنے والے ہوابازوں نے استفادہ کرتے ہوئے اس کام کو آگے بڑھایا-

برصغیر کے عظیم فلسفی شاعر علامہ اقبالؒ نے 1933ء میں مسجد قرطبہ کا دورہ کیا- علامہ اقبالؒ اس مسجد کی تعمیر اور

اس کی شان و شوکت کو یاد کر کے یہ بتاتے ہیں کہ یہ مسجد مسلمانوں کی ایک عظیم ماضی کی علامت ہے - اقبال کی نظم میں ایک گہرا پیغام ہے جو مسلمانوں کی ہمت افزائی کا کام کرتا ہے- وہ مسلمانوں کو یاد دلاتے ہیں کہ ان کا ماضی نہایت شاندار ہے اور وہ انہیں اپنی شناخت کو نہ بھولنے کا مشورہ دیتے ہیں -مسجد قرطبہ کی تعمیر کی عکاسی کرتے ہوئے اقبال یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے جب بھی اتحاد اور ایمان کے ساتھ کام کیا تو وہ دنیا میں ایک طاقتور قوم بن کر ابھرے- اس کے ساتھ اقبال نے اس نظم کے ذریعے مسلمانوں کے دلوں میں ایک امید جگائی ہے کہ وہ اپنی ماضی کی عظمت رفتہ کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں-مسجد قرطبہ کی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ اقبال نے اس کی ویرانی اور زوال کا بھی ذکر کیا ہے اور وہ یہ بتاتے ہیں کہ مسجد ایک زمانے میں مسلمانوں کی عظمت کا نشان تھی لیکن اب اس کی حالت اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ مسلمانوں کی طاقت کمزور پڑ گئی ہے -یہ زوال ایک عبرت ہے جو مسلمانوں کو سوچنے کا ایک موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ کیوں زوال پذیر ہوئے؟

اقبال اپنی اس نظم میں اسلامی تاریخی نشو و نما اور زوال کے عوامل کا تجزیہ بھی کرتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان علم، اتحاد اور عمل سے دور ہو گئے ہیں اور اپنی قوت کھو بیٹھے ہیں- اسی لیے اقبال اپنے قارئین کو یہ دعوت فکر دیتے ہیں کہ ماضی کی اپنی عظمت سے سیکھیں اور ایک نئے عزم کے ساتھ اپنی راہ پر گامزن ہوں- یہ نظم آج بھی عزم اور اتحاد کی قوت کا احساس دلاتی ہے-

اے حرمِ قُرطُبہ! عشق سے تیرا وجود
عشق سراپا دوام، جس میں نہیں رفت و بود

تیرا جلال و جمال، مردِ خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل، تُو بھی جلیل و جمیل

عبد الرحمٰن اول نے قرطبہ شہر کو ترقی سے ہمکنار کیا اور اسے مضبوط دار الحکومت بنایا- اس کی دلچسپی صرف مساجد کی تعمیر تک ہی محدود نہ رہی بلکہ قرطبہ کو ایک ثقافتی مرکز میں تبدیل کرنے کے لیے کئی عوامی تعمیرات بھی کیں جن میں نئے محلات، سڑکیں اور عوامی سہولتوں کی تعمیرات شامل تھیں- شہر کو اسلامی طرز زندگی کے مطابق ترتیب دیا گیا جس میں مساجد حمام اور بازار شامل تھے- اس کے ساتھ ساتھ قرطبہ میں ایک جدید آبپاشی نظام متعارف کرایا جس کی وجہ سے زراعت کو فروغ ملا - عوامی فلاحی منصوبوں کے ساتھ اس نے شاندار باغات بھی تعمیر کیے جس میں الرصافہ باغ بھی شامل ہے جو دمشق کے باغات سے متاثر ہے-

الرصافہ باغ دمشق کے باغات کی طرز پر بنایا گیا ہے جس میں پھول، درخت، پانی کے چشمے اور نہریں ہیں- عبد الرحمٰن اول نے خاص طور پر شام سے پودے اور بیج منگوا کر ان باغات میں لگائے- الرصافہ باغ میں مختلف پھلدار درخت جیسے کھجور، انار اور لیمو لگائے گئے جنہوں نے اندلس میں زراعت و باغبانی کو فروغ دیا- یہ درخت نہ صرف خوبصورتی کا باعث تھے بلکہ مقامی لوگوں کے لیے ایک نیا ماڈل بھی فراہم کرتے تھے-

عبد الرحمٰن اول کی خدمات کو آنے والے حکمرانوں نے مزید دوام بخشا جو ہمیں مختلف محلات، مساجد، مدرسوں، حمام اور باغات کی شکل میں نظر آتے ہیں- ان میں الحمرا کے محلات اور جنات العریف کے باغات شامل ہیں- فن تعمیر کے ان شاہکار منصوبوں کی آرٹ بعد میں آنے والے حکمرانوں کے لیے کشش رکھتی تھی جس کی وجہ سے یورپ میں ایک نئے فن تعمیر نے جنم لیا جس میں عیسائی حکمرانوں نے اپنی عمارات میں مسلم فن تعمیر کے اثرات کو اپنے اندر جذب کیا-

☆☆☆

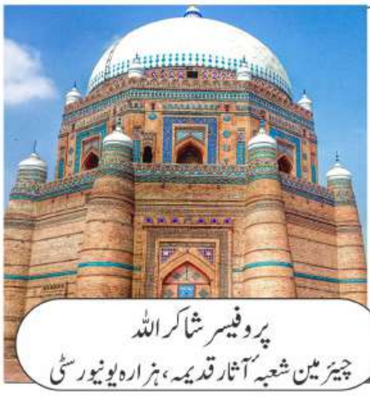

پاکستان میں مسلم فن تعمیر

ایک جائزہ

پروفیسر شاکر اللہ
چیئرمین شعبہ آثار قدیمہ، ہزارہ یونیورسٹی

اسلام کی آمد کے بعد آٹھویں صدی عیسوی میں، پاکستان کا علاقہ تقریباً ہزار برس تک مسلم حکمرانی میں رہا، سوائے چند مختصر وقفوں کے جب سکھوں اور انگریزوں نے حکمرانی کی- صدیوں تک آزاد رہنے کے سبب، برصغیر کے مسلمانوں نے آزادی کے لیے جدوجہد کی اور بالآخر پاکستان 14 اگست 1947ء کو معرضِ وجود میں آیا-

عرب دور:

اسلامی فن تعمیر کی ابتدا 622ء میں مدینہ منورہ میں تعمیر ہونے والے حضور نبی اکرم (ﷺ) کے گھر مبارک سے ہوئی- یہ ایک سادہ مربع شکل کا گھر تھا (100x100 مربع فٹ) جس میں مستقبل کی مسجد کے منصوبے کے اجزاء موجود تھے- یہ ایک مٹی کی اینٹوں سے بنایا گیا ڈھانچہ تھا جس کے جنوبی حصے میں ایک پورچ (سایہ دار جگہ) تھا اور مشرقی دیوار کے بیرونی طرف چھوٹے کمرے تھے جو صحن میں کھلتے تھے- صحن کے جنوب مغربی کونے میں ایک ابتدائی ڈھانچہ تھا جو شمال کی جانب کے پورچ (سایہ دار جگہ) کی مانند تھا- وقت کے ساتھ ساتھ، اس سادہ ڈھانچے سے مسجد کے اہم اجزاء نے نشوونما پائی، جیسے کہ محراب، صحن، منبر، مَقْصُورَہ اور مینار، یہ تمام اجزاء ایک ساتھ نہیں آئے تھے، کیونکہ اسلام کی ابتدائی مساجد میں یہ سب اجزاء اکٹھے موجود نہیں تھے- بعض عرب مورخین کے مطابق، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے پہلی بار محراب تعمیر کروایا جب انہوں نے مدینہ کی مسجد کی تعمیر نو کی، جس کا حکم خلیفہ الولید نے دیا تھا- دوسری سب سے قدیم محراب مسجدِ عمرو میں تعمیر کی گئی، جسے 710-712ء میں دوبارہ تعمیر اور وسیع کیا گیا- اسی طرح مینار کی تعمیر کا پہلا حوالہ المقریزی نے دیا ہے، جن کے مطابق حضرت امیر معاویہؓ نے مصر کے گورنر مسلمہ کو اذان کے لیے مینار بنانے کا حکم دیا تھا- مسجد کے منصوبے کا ایک اور اہم عنصر "مَقْصُورَہ" (پردہ یا پردہ دار جگہ) تھا، جسے حضرت امیر معاویہ ہی نے متعارف کرایا تھا-

پاکستان کا اسلامی فن اور فنِ تعمیر انہی اصولوں پر نشوونما پاتا رہا ہے- یہ مختلف قسم کی عمارتوں کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے، جنہیں دو اہم اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1. مذہبی عمارتیں
2. عوامی یادنیاوی عمارتیں

مذہبی عمارتوں کی مزید تقسیم کی جاسکتی ہے:

I. مساجد
II. مقبرے

عوامی یادنیاوی عمارتوں میں شامل ہیں:

محلات، قلعے، شہر، کارواں سرائے، باغات وغیرہ-

مسلم عمارتوں کی روایات برصغیر میں عربوں کی آمد اور ان کے یہاں آباد ہونے کے ساتھ آئیں، جنہوں نے اپنے ساتھ دین اسلام لایا اور اسے مقامی لوگوں میں پھیلایا- اس کا آغاز بلاشک وشبہ مکران اور بلوچستان کے علاقے سے ہوا- بعد ازاں یہ روایت ایک واضح صورت میں اُس وقت سامنے آئی جب محمد بن قاسم یہاں آئے اور سندھ اور پنجاب کے حصوں کو فتح کیا- معاصر تاریخ نویسوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ عرب جنرل نے اپنے پیش رو اور ہم عصر عرب جرنیلوں کی

پیروی کرتے ہوئے، جن مقامات کو فتح کیا، وہاں مساجد تعمیر کیں- اس طرح دیبل، سہون، نیرون، ارور، السکہ اور ملتان میں پہلی بار مساجد قائم ہوئیں-

بھنبھور کے مقام پر کی جانے والی آثارِ قدیمہ کی کھدائیوں میں ایک مسجد کے آثار دریافت کیے گئے ہیں، جو جنوبی ایشیائی برصغیر کی زمین پر تعمیر ہونے والی سب سے قدیم مسجد سمجھی جاتی ہے-

یہ مسجد ایک مربع شکل میں ہے، جس کا منصوبہ 36 x 36 میٹر ہے اور یہ دو حصوں پر مشتمل ہے: ایک محراب والا حصہ (مقصد) اور صحن- نماز کے لئے کمرہ 33 لکڑی کے ستونوں پر قائم ہے جو کہ تین قطاروں میں ترتیب دیے گئے ہیں- اس کا چھت چپٹی ہے اور اس میں کوئی محراب نہیں ہے- صحن کے تین طرف کلسٹر ہیں اور یہ جلتی ہوئی اینٹوں سے پکا ہوا ہے- اس تک رسائی دو مرکزی دروازوں سے ہوتی ہے، ایک مشرقی سمت اور ایک شمالی سمت میں، اور ایک چھوٹا دروازہ قبلہ کی طرف بھی ہے- اس میں تمام وہ ساختی اجزاء موجود ہیں جو اس کے ہم عصر مساجد میں موجود تھے، جو مختلف دوسری خلافتوں کے مراکز میں تعمیر کی گئی تھیں-

اسی طرح ایک اور ہائپو اسٹائل مسجد کے آثار سندھ کے شہر شاہداپور کے عربی شہر منصورہ میں آثارِ قدیمہ کی کھدائی کے دوران دریافت ہوئے- ان دونوں عربی طرز کی مساجد کی دریافت انتہائی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ یہ پاکستان میں مسجد کے فنِ تعمیر کے آغاز کی بنیاد فراہم کرتی ہیں اور شاید پورے برصغیر میں بھی، جو بنیاد رکھی گئی تھی، اس پر بعد میں دوسرے عرب گورنروں اور حکمرانوں نے عمل کیا، خاص طور پر سندھ کے حباریوں اور ملتان کے بنو سامح کے حکمرانوں نے-

عرب مؤرخین نے سندھ اور پنجاب کے اہم شہروں اور قصبوں میں ان عرب حکمرانوں کے عہد اور سماجی و ثقافتی حالات کی تفصیلات فراہم کی ہیں-

ابتدائی مسلم فنکاروں کا ایک اور اہم کام چمکدار مٹی کے برتنوں کی روایات کا تعارف تھا- دیبل اور منصورہ میں مسلم مٹی کے برتنوں میں چینی اثرات کے علاوہ دیگر ابتدائی اسلامی شہروں کے اثرات بھی دیکھے گئے ہیں، خاص طور پر خلیج کے ساحلی علاقوں سے- منصورہ سے دریافت ہونے والے مشہور دروازے کی دستک یا کنڈی (ڈور ناکرز) کی تاریخی اور فنونِ لطیفہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے- یہ ڈور ناکرز مقامی اور مسلم فنون کے روایات کو یکجا کرنے کی مثال ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ دھات کاری کے فن کی بھی عکاسی کرتی ہیں- یہ ڈور ناکرز 50 کلوگرام سے زیادہ وزنی ہیں اور ان میں دو حصے ہیں: ایک شیطان کا سر اور ایک کندہ شدہ حلقہ جس میں خوبصورت کوفی خط میں تحریریں ہیں-

تاریخی حوالوں کے مطابق، ابو طربی کی قبر ٹھٹھہ کے جنوب مشرق میں، گوہجو اور کہڑی کے درمیان تقریباً 8 کلو میٹر دور واقع ہے اور اس کے گنبد پر 787ء کی تاریخ درج ہے، جو اس قبر کو عباسی دور کی واحد یادگار بناتا ہے-

مغل دور سے پہلے:

ملتان اور لاہور، غزنوی اور ان کے بعد کے ادوار میں اہم سماجی اور سیاسی مراکز کے طور پر ابھرے- غزنوی خاندان وسطی ایشیائی فنونِ تعمیر کی روایات کو اپنے ساتھ لایا اور پاکستان میں اسلامی فن اور فنِ تعمیر کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا- لاہور بعد ازاں غزنویوں کا دارالحکومت بن گیا اور اسے شاہی محلوں اور مذہبی عمارتوں سے سجایا گیا- ہمیں لاہور میں ابھرنے والے فنِ تعمیر کے طرز کے بارے میں مکمل طور پر علم نہیں ہے کیونکہ یہ عمارتیں علاءالدین جہانسوز کے ہاتھوں تباہ کر دی گئی تھیں- زیادہ امکان یہی ہے کہ یہ عمارتیں غزنی کے طرز پر تعمیر کی گئی ہوں گی، جو ایشیا کا سب سے خوبصورت شہر تھا- تاریخی حوالوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غزنویوں نے نمک کے پہاڑوں کے علاقے نندنہ، لاہور اور ٹیکسلا کے گرد و نواح میں مساجد تعمیر کیں-

کے پی کے میں حالیہ تحقیقاتی کاموں نے غزنوی دور سے تعلق رکھنے والی کئی دیگر عمارات کا بھی پتہ چلایا ہے- ہیلیان مشن نے سوات کے علاقے اور دیگرام میں ایک مسجد کے

آثار دریافت کیے ہیں- یہاں ایک کتبہ ملا ہے جس میں درج ہے کہ یہ مسجد انوشتیگین نے 1048-49ء میں تعمیر کرائی تھی، جو ایک غزنوی گورنر تھا- یہ مسجد گندھارا طرزِ تعمیر کی ایک جدید قسم سے بنائی گئی ہے اور مقامی پتھروں سے تیار کی گئی ہے- یہ عمارت چپٹی چھت والی تھی جس کے قبلہ والی دیوار میں چپٹی محراب تھی- پنجاب کے زرعی میدانوں میں پتھر کی کمی کے باعث، معماروں نے اس کی تعمیر میں آگ پر تیار کی گئی اینٹوں کا استعمال کیا-

کبیر والا میں خالد ولید (ایک صوفی بزرگ) کا مقبرہ، مرالہ گڑھ جھنگ روڈ پر جلاران کے قریب سادات شہید کا مقبرہ funerary architecture (وہ تعمیراتی فن ہے جو تدفین یا یادگار کے طور پر بنایا جاتا ہے جس میں مقبرہ، مزار وغیرہ شامل ہیں) کا عمدہ نمونہ ہیں- خالد ولید کا مقبرہ مربع شکل کا ہے اور اسے دو مراحل میں تعمیر کیا گیا ہے- مربع نما کمرہ براہِ راست ایک بڑے گنبد سے ڈھانپا گیا ہے- ایک کتبہ جو کوفی خط میں لکھا گیا ہے، اس میں درج ہے کہ علی بن کرمک، جو غوری حکمران تھا اور ملتان صوبے کا گورنر تھا، اس کمپلیکس کا سرپرست تھا-

یہ بات یہاں ذکر کرنا ضروری ہے کہ کتبے میں مسجد کی تعمیر کا ذکر کیا گیا ہے نہ کہ مقبرہ کی- لہذا یہ برصغیر کی تاریخ میں سب سے قدیم مسجد مقبرہ ہے- اسی طرح سادات شہید کا مقبرہ جو ملتان کے قریب مُظفر گڑھ میں واقع ہے، وہ بھی اسی طرز پر تعمیر کیا گیا تھا مگر زیادہ سلیقے سے اور کٹی ہوئی اینٹوں سے تیار کیا گیا تھا- اس مقبرے میں اینٹوں پر مختلف ڈیزائنوں کے نقش و نگار کے علاوہ خوبصورت کوفی کتبے بھی نقش کیے گئے ہیں- ان دونوں مقابر کی طرزِ تعمیر اور سجاوٹ میں مقامی فنِ تعمیر کی سجاوٹ سے گہری مماثلت دکھائی دیتی ہے- اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ بعد میں تعمیر ہونے والا مقبرہ، جو پہلے والے سے مشابہ ہے، 12ویں صدی عیسوی میں تعمیر کیا گیا ہوگا- یہ وہ دور تھا جب غوریوں نے برصغیر میں اپنے اقتدار کا آغاز کیا تھا-

غزنوی خاندان کی جگہ غوریوں نے لے لی، جنہوں نے برصغیر میں پہلی مسلم سلطنت قائم کرنے کی بنیاد رکھی- 12ویں صدی کے بعد، ان کے حکومتی علاقے کے اہم مراکز میں وسط ایشیائی اور مقامی فنون کے امتزاج سے کچھ اہم عمارات تعمیر کی گئیں-

اس حوالے سے لسبیلہ میں محمد بن ہارون کے نام سے منسوب ایک مقبرہ قابلِ ذکر ہے- یہ ایک مربع شکل کی عمارت ہے جس پر براہ راست ایک گنبد قائم کیا گیا ہے- اس جگہ کی خاصیت اس کی مٹی کے برتنوں کی سجاوٹ ہے، جو اس علاقے کی قبل از اسلام سجاوٹ کی تکنیکوں سے گہری مشابہت رکھتی ہے-

12ویں صدی عیسوی کے سب سے شاندار یادگاروں میں سے ایک لال مہرہ شریف، ڈی آئی خان میں واقع مقبرے ہیں- یہ مربع شکل کے گنبد والے مقبرے ہیں جو کہ مقامی اور وسط ایشیائی فنِ تعمیر کے امتزاج کو خوش اسلوبی سے ظاہر کرتے ہیں- کٹی ہوئی اینٹوں کے کام کے ساتھ ساتھ، چمکدار ٹائلوں (glazed tiles) کی سجاوٹ بھی بطور سجاوٹی عنصر یہاں پہلی بار نظر آئی ہے اور اس سے پہلے ایسی سجاوٹ کہیں نہیں دیکھی گئی- ان مقبروں پر کی جانے والی مختلف نباتاتی اور ہندسی (جیومیٹریکل) ڈیزائنز یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ مقبرے ممکنہ طور پر ملتان طرزِ تعمیر کے آغاز کی نمائندگی کرتے ہیں-

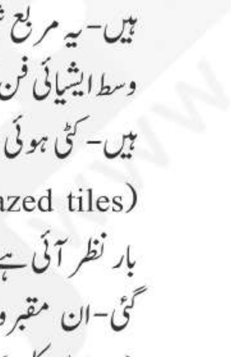

شہاب الدین غوری کی 1206ء میں وفات کے بعد، ان کی سلطنت کو ان کے گورنروں میں تقسیم کر دیا گیا- قطب الدین ایبک نے دہلی کی مسند پر قدم رکھا اور سلطنتِ دہلی کے پہلے خود مختار حکمران کے طور پر اپنی حکومت قائم کی، ناصر الدین قباچہ ملتان کے اور اوچ کے حکمران بنے، جبکہ تاج الدین

یلدوز غزنی کے مشرقی علاقے اور کرمان کے علاقے کے حکمران بنے- موجودہ پاکستان کی سرزمین پر عہدِ غلاماں اور خلجی خاندانوں کے ادوار کی کوئی بھی عمارت وقت کے گزرتے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکی-

خلجی خاندان کے بعد 1320ء میں تغلق خاندان نے اقتدار سنبھالا اور 1414ء تک حکمرانی کی- تغلق دور نے فنِ تعمیر میں ایک نیا انداز متعارف کرایا، جس میں افقی طور پر رکھی جانے والی لکڑی کی بیمیں، ڈھلوان دیواریں اور کونوں پر برج جیسے منفرد عناصر شامل تھے- ان کی تعمیراتی سرگرمیوں کے آثار ملتان میں شاہ رکنِ عالم کے مقبرے میں دیکھے جا سکتے ہیں- ملتان کی طرزِ تعمیر کو وہ دور سمجھا جاتا ہے جب 12ویں صدی عیسوی کے وسط سے ملتان شہر میں مقبروں کی ایک بڑی تعداد تعمیر ہوئی-

پنجاب میں معماروں نے جلائی ہوئی اینٹوں سے عمارتیں تعمیر کرنے کی ترغیب دی- یہی وجہ ہے کہ ملتان طرزِ تعمیر کی خصوصیات میں جلائی ہوئی اینٹیں، مٹی کے ٹائلز، چمکدار ٹائلیں (glazed tiles)، لکڑی کی بیمیں (wooden beams)، ڈھلوان دیواریں (sloping walls)، چپٹی اور گنبدی چھتیں، مربع شکل (square shape) اور آٹھ گوشہ (octagonal shape) عمارتیں شامل ہیں- یہ وہ جگہ ہے جہاں وسطی ایشیائی اور ایرانی فنِ تعمیر کے اثرات کو مقامی فنون کے ساتھ ملا کر استعمال کیا گیا-

محققین کے مطابق ملتان شہر کا سب سے قدیم مقبرہ شاہ یوسف گردیزی کا ہے، جو 1152ء میں تعمیر کیا گیا تھا- یہ عمارت مستطیل شکل (rectangular shape) کی ہے، جس کی چھت چپٹی ہے اور اس کی بیرونی دیواروں کو سفید اور نیلی ٹائلوں (جس کو اب ملتانی ٹائل بھی کہا جاتا ہے) سے مکمل طور پر ڈھانپ دیا گیا ہے-

جبکہ مشہور صوفی بزرگ حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ کا مقبرہ (1262ء)، سادات شہید کا مقبرہ (1270ء) اور شاہ شمس تبریزی (سبزواری) کا مقبرہ (1276ء) ڈیزائن کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مماثلت رکھتے ہیں- یہ تین منزلہ عمارتیں ہیں، پہلی منزل مربع شکل میں (square form)، دوسری منزل آٹھ گوشہ (octagonal form) اور تیسری گنبد کی صوت میں ہے- ان مقبروں کی بیرونی سطحوں پر سفید اور نیلی ٹائلوں کا استعمال کیا گیا ہے- لیکن ملتان طرزِ تعمیر اپنی تکمیل کو شاہ رکنِ عالم کے خوبصورت مقبرے (1325-1335ء) میں پہنچا- اس مقبرے کی پہلی دو منزلیں آٹھ گوشہ ہیں اور تیسری گنبد کی صورت میں ہے- یہ مضبوط اور عظیم عمارت تغلق طرزِ تعمیر کی تمام اہم خصوصیات کو ظاہر کرتی ہے-

ملتان طرزِ تعمیر نے ملتان شہر میں ایک طویل عرصے تک اپنا اثر برقرار رکھا، لیکن اوچ شریف میں یہ طرزِ تعمیر 13ویں صدی عیسوی کے دوران، 1228 عیسوی تک ناصر الدین قباچہ کے زیرِ اقتدار آ گیا تھا- اس نے اپنی دارالحکومت اوچ میں قائم کی تھی- ناصر الدین قباچہ کے مشہور درباری مورخ، منہاج الدین سراج جوزجانی نے ذکر کیا ہے کہ اس کے دور میں صرف مساجد اور مقبرے تعمیر کیے گئے تھے- اوچ میں موجودہ یادگاریں اسی طرزِ تعمیر میں 15ویں صدی اور اس کے بعد کے ادوار میں تعمیر کی گئیں-

مغلیہ سلطنت کا دور:

مغلیہ سلطنت کی برصغیر پر حکمرانی نے ایک نئے دور کا آغاز کیا، جو عظیم علمی اور فنونِ لطیفہ کی روایات سے مزین تھا- انہوں نے ہر پہلو میں فنون اور دستکاریوں میں کمال حاصل کیا- تیمور کی نسل سے تعلق رکھنے والے مغلوں نے سماجی و ثقافتی سرگرمیوں کے تمام شعبوں کو فروغ دیا، ابتدائی برسوں میں سیاسی حالات کے غیر مستحکم ہونے کے باعث کوئی خاص اہمیت کا کام نہیں ہو سکا- لیکن وقت کے ساتھ ایک ایسا

طرزِ تعمیر سامنے آیا جس میں مغلیہ خاندان کے جمالیاتی ذوق کی جھلک تھی، جو بلا شبہ جنوبی ایشیا کا سب سے اہم اور نمایاں طرزِ تعمیر بن گیا۔

مغلیہ سلطنت کے عہد میں فنون کے فروغ میں کئی عوامل کا ہاتھ تھا۔ سلطنت کی طاقت اور دولت اور نسبتاً پُرامن حالات نے اس فن کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ تاہم سب سے اہم وجہ سلطنت کا سرپرستی فراہم کرنا اور بادشاہوں کی اپنی جمالیاتی فطرت تھی۔ مغلیہ بادشاہوں نے مختلف اقسام کی عمارتیں تعمیر کیں، جیسے قلعے، محل، مساجد، مقبرے، باغات اور سرائے۔ مغلیہ دور کی تعمیرات کو دو مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلی مرحلے میں وہ عمارتیں شامل ہیں جو لال پتھر سے تعمیر کی گئیں اور یہ عمارتیں اکبر اور جہانگیر کے دورِ حکمرانی کی نمائندہ ہیں، جبکہ دوسرا مرحلہ شاہجہان کے عہد میں سفید سنگ مرمر سے بنی عمارتوں کی صورت میں سامنے آیا۔

مغلیہ دور میں ایک مختصر مدت کے لیے شیر شاہ سوری نے حکومت کی، جس کی وجہ سے ہمایوں کو ملک سے نکلنا پڑا اور دہلی کا تخت شیر شاہ سوری نے سنبھال لیا۔ ساسارم میں عمارتوں کے فن کا تجربہ رکھنے والے شیر شاہ سوری نے مسلم فنِ تعمیر پر گہرا اثر ڈالا، جس کا ثبوت روہتاس کے قلعے سے ملتا ہے، جو جہلم کے قریب گکھڑوں پر مسلسل نظر رکھنے کیلئے تعمیر کیا گیا تھا۔ اسلام شاہ سوری نے لاہور کے شاہدرا میں ایک مسجد تعمیر کی۔ سوری طرزِ تعمیر واقعی اس عہد کے انداز تعمیر کی درست طور پر ظاہر نمائندگی کرتا ہے۔

روہتاس کا قلعہ جہلم کے شمال مغرب میں تقریباً 12 میل کی دوری پر واقع ہے۔ اس کی مضبوط اور بھاری دیواروں کی موٹائی 30 فٹ سے 40 فٹ تک ہے۔ قلعے کی کل حد 2.5 میل ہے اور اس میں 68 برج اور 12 دروازے ہیں۔ سہیل دروازہ ابھی تک اچھی حالت میں محفوظ ہے اور اس کی اونچائی 70 فٹ ہے۔ مرکزی دروازہ ایک بڑی قوسی محراب میں واقع ہے، جس کے دونوں طرف دیوار سے باہر نکلی ہوئی ایک کھڑکی ہے۔

اکبر عظیم نے مغلیہ طرزِ تعمیر کی بنیاد رکھی۔ تاہم، اس کے پیش رو بابر (1526-30ء) اور ہمایوں (1530-40ء) اور (1555-56ء) اصل میں عمارتوں کے فن کے بانی تھے۔ بابر کو باغات کی سجاوٹ کا بہت شوق تھا اور اس نے اپنے مختصر دورِ حکمرانی میں کئی باغات تعمیر کیے۔ اپنے والد کی طرح، بادشاہ ہمایوں نے کوئی بڑی عمارت نہیں بنوائی، لیکن ان کے صفوی حکمرانوں کے ساتھ تعلقات نے برصغیر کے فن اور عمارت پر دوررس اثرات مرتب کیے۔ صفوی دربار سے واپسی پر وہ ایرانی فنکاروں کے ہمراہ آئے۔ اگرچہ یہ ایرانی روایات ان کی زندگی کے دوران ظاہر نہیں ہوئیں، مگر ان کے انتقال کے بعد ان کا اثر ظاہر ہونا شروع ہوا، جیسا کہ ان کے اپنے مقبرے میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ مقبرہ ملکہ حاجی بیگم نے ان کی وفات کے 8 برس بعد تعمیر کرایا تھا۔ پاکستان میں مغلیہ فنِ تعمیر کے اس ابتدائی مرحلے کی واحد عمارت کامران کی بارا داری لاہور میں ہے، جو اب مکمل طور پر نئے سرے سے تعمیر کی گئی ہے۔ بادشاہ اکبر زیادہ تر مقامی بھارتی فن اور عمارت سے متاثر تھا۔ اکبری طرزِ تعمیر پر گجراتی، سوری اور فارسی طرزوں کا گہرا اثر تھا۔

لاہور، جو مغلوں کا دوسرا گھر تھا، اس دور کی دنیاوی اور مذہبی عمارتوں میں اپنی نوعیت کا نمایاں مقام رکھتا ہے۔ بادشاہ اکبر نے 1566ء میں مٹی کے قلعے کو اینٹوں کے کام سے بدل دیا۔ یہ قلعہ 1200x1050 فٹ کے رقبے پر محیط تھا اور دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ جنوبی حصہ انتظامی عمارتوں کے لیے مختص تھا جبکہ شاہی رہائشگاہیں اس کے پچھلے حصے میں تعمیر کی گئیں۔ بعد میں ان کے جانشینوں جہانگیر، شاہ جہان اور اورنگزیب نے اس میں کئی اضافے کیے۔ اکبر اور جہانگیر کے دور کی عمارتیں زیادہ تر سرخ پتھر سے تعمیر کی گئی تھیں، جیسے جہانگیر کے چوراہے میں اور ان پر نباتاتی ڈیزائن اور تراشے ہوئے جانوروں کی تصاویر بنائی گئی تھیں۔ یہ عمارتیں شاہ جہان اور اورنگزیب کی عمارتوں سے بہت مختلف ہیں، جیسے موتی مسجد، نولکھا، شیش محل اور بادشاہی مسجد۔ یہ تمام عمارتیں زیادہ

تر سفید سنگ مر مر سے تعمیر کی گئی ہیں اور ان پر پیٹرا ڈورا کا کام (پیٹرا ڈورا ایک سجاوٹی فن ہے جس میں رنگین قیمتی پتھروں کو تراش کر مختلف پیچیدہ اور خوبصورت ڈیزائن بنائے جاتے ہیں)، ٹائل اور پتھر کی موزیک اور فریسکو کی سجاوٹ کی گئی ہے-

اکبر نے اٹک میں بھی ایک قلعہ تعمیر کروایا جو کابل اور دریائے سندھ کے سنگم کے قریب بائیں کنارے پر واقع ہے- یہ قلعہ 1583ء میں مکمل ہوا اور مقامی پتھروں سے تعمیر کیا گیا، جو چونے کے گارے کی مدد سے تعیر کیا گیا تھا- قلعے کی محرابیں، گنبد اور چبوتریاں اینٹوں سے بنائی گئیں- قلعے کی دیواروں کا دائرہ ایک میل سے زیادہ ہے اور اس میں 18 برج ہیں- اس کی خصوصیت اس کی جنگی چٹائیاں، سوراخ، مشیکولیشنز (مکان کی چھتوں سے گرا کر دشمن پر پتھر پھینکنے کی سہولت) اور اوپر ایک ڈھانپنے والی گیلری ہے- اس میں تین دروازے تھے جو اب استعمال میں نہیں ہیں- بعد میں کچھ اور دروازے بھی شامل کیے گئے تھے- زمین کے نیچے کا کمرہ چھوڑ کر، قلعے میں کوئی پرانی عمارت باقی نہیں رہی-

جہانگیر کی اصل دلچسپی مصغرہ پینٹنگ (miniature painting) میں تھی اور اس کی سرپرستی میں یہ فن عروج پر پہنچا- جہانگیر کے دور کی ایک اہم عمارت مریم زمانی مسجد ہے جو لاہور قلعے کے مستی دروازے کے باہر واقع ہے- یہ مسجد مریم زمانی، جو جہانگیر کی والدہ تھیں، نے 1614ء میں تعمیر کرائی- اس مسجد کی خاص پہچان اس کی مشہور فریسکو پینٹنگز (fresco paintings) ہیں-

شاہ جہان کے دور میں فارسی اثرات زیادہ واضح ہوئے- سرخ پتھر کی عمارتوں سے سفید سنگ مر مر کی عمارتوں کی طرف منتقلی کا یہ دور "آصف خان" کے مقبرے سے ظاہر ہوتا ہے، جو نور جہاں کے والد اور جہانگیر کے وزیرِ اعظم تھے- یہ مقبرہ سنگ مر مر کی تعمیرات کا آغاز ثابت ہوتا ہے- عمارت کے مٹیریل میں تبدیلی نے فن تعمیر کی سجاوٹ میں بھی تبدیلی پیدا کی- شاہ جہان، جو "ہندوستان کے انجینئر بادشاہ" کہلاتے ہیں، نے لاہور میں کئی اہم عمارتیں تعمیر کیں- لاہور قلعے میں اس نے دیوانِ عام، شیش محل، نولکھا پویلیئن، موتی مسجد اور دیوانِ خاص تعمیر کیے- اس کے علاوہ اس نے جہانگیر، نور جہاں، عیف خان، علی مردان خان کے مقبروں کو اور شالیمار باغات بھی لاہور میں بنوایا- لیکن اس کا سب سے عظیم کارنامہ وزیر خان مسجد ہے، جو لاہور شہر کا جواہر ہے- وزیر خان، جو لاہور کے گورنر تھے، نے یہ مسجد 1634ء میں تعمیر کرائی- یہ مسجد اینٹوں سے روایتی انداز میں بنائی گئی ہے لیکن اس کی خاص بات اس کی سجاوٹ ہے- اس کی سطح کا ہر انچ داخلی اور خارجی طور پر ٹائل موزیک اور فریسکو پینٹنگز سے بھرپور سجا ہوا ہے- اس کے علاوہ مختلف خطاطی کے انداز کو اندر اور باہر دونوں طرف دیواروں پر بھرپور طریقے سے استعمال کیا گیا ہے-

اسی طرح، شاہ جہانی مسجد بھی اہمیت کی حامل ہے جو ٹھٹہ میں واقع ہے- اس کا آغاز شاہ جہان کے دور میں 1647ء میں ہوا لیکن اسے اورنگزیب نے 1658-59ء میں مکمل کیا- ٹھٹہ میں تعمیر ہونے والی دیگر عمارتوں میں مرزا عیسیٰ خان ترکان، باقی بیگ، تغرال بیگ اور دیوانِ شرف خان کے مقبرے شامل ہیں-

اورنگزیب، جو عظیم مغل سلطنت کا آخری بادشاہ تھا، نے لاہور میں بادشاہی مسجد تعمیر کرائی- یہ مسجد 1674ء میں فدائی خان کوکا کی حکمرانی کے دوران تعمیر مکمل ہوئی- مسجد 567x567 فٹ دو حصوں پر مشتمل ہے: نماز پڑھنے کا ہال اور ایک وسیع صحن، جس میں ایک شاندار دروازے کے ذریعے داخلہ کیا جا سکتا ہے- نماز کا ہال دو راستوں پر مشتمل ہے اور اس کی فرش اصل میں کاٹے گئے اینٹوں سے بنی ہوئی تھی، جو مصلہ (نماز کے قالین) کی شکل میں بنائی گئی تھی، اور اس میں سنگِ عربی اور سیاہ سنگ مر مر سے نشان دہی کی گئی تھی- اس کا Facade گیارہ محرابوں پر مشتمل ہے، جن میں سے مرکزی محراب باقی سب سے بلند ہے اور یہ نماز کے ہال میں مرکزی داخلہ کو ظاہر کرتی ہے- مسجد میں آٹھ بلند کونوں

والے مینار ہیں، ایک ہر نماز کے ہال کے کونے پر اور چاروں طرف پورے کمپلیکس کے چاروں کونوں پر۔

مغلیہ دور کی عمارتیں خیبر پختونخوا میں زیادہ تر پشاور شہر کے ارد گرد واقع ہیں۔ اس دور کی ابتدائی عمارتیں اکبر کے دور حکومت میں تعمیر ہوئیں۔ 1586ء میں اکبر کے دور میں تعمیر ہونے والا ہنٹ قلعہ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔ یہ چھوٹی اینٹوں اور پتھروں سے تعمیر کیا گیا تھا، جیسے کہ اس کا کچھ حصہ آج بھی بچا ہوا ہے۔ اسی دور کی ایک اور عمارت جو شاہ قطب نے بنوائی تھی، پشاور کے دیلا ساک کے قریب واقع ہے۔ یہ 8 کونوں کی شکل میں ہے اور اس میں چار دروازے ہیں۔ آٹھ کونوں کی عمارت کے اوپر 16 طرفہ ڈرم (گنبد کی بنیاد چونکہ ایک سلنڈر کی طرح ہوتی ہے تو اس کو ڈرم کہا جاتا ہے) ہے، جو ایک کم بلندی والے گنبد کو سپورٹ کرتا ہے۔ اندرونی طور پر اس کی شکل بہت نفیس ہے اور ہر طرف ایک محراب کے اوپر افقی خطوط کی مٹی کی جڑت ہے۔ اس جڑت کے اوپر دیواروں کی پینٹنگز کے کچھ نقوش باقی ہیں۔

شیخ امام الدین کا مقبرہ اور مسجد جو پشاور یونیورسٹی کے قریب پالوسی پیراں میں واقع ہیں، بھی قابل ذکر ہیں۔ سنگ مرمر پر درج ایک تحریر کے مطابق شیخ 1650ء میں وفات پا گئے تھے۔ یہ مقبرہ صاف و شفاف شکل میں ہے اور ایک بلند پلیٹ فارم پر واقع ہے۔ یہ مقبرہ آٹھ کونوں والے ڈرم سے مزین ہے، جس کے اوپر ایک بلند گنبد ہے۔ بیرونی طور پر یہ چونے کے پلستر سے ڈھکا ہوا ہے اور اندرونی حصے میں اس کی سجاوٹ بہت خوبصورت ہے، جس میں پھولوں کی تصاویر کی پینٹنگز کی گئی ہیں۔ مقبرے کے مغربی جانب مسجد بھی واقع ہے۔ اس کی نماز کا ہال مستطیل شکل میں ہے اور اس کے دروازوں پر محرابیں بنی ہوئی ہیں۔ نماز کے ہال کی چھت تین گنبدوں سے ڈھکی ہوئی ہے اور اس کی دیواروں پر سائپریس اور دیگر پھولوں کے ڈیزائن کی پینٹنگز کی گئی ہیں۔

شاہ جہان کے دور میں اس کی سب سے بڑی بیٹی جہاں آرا بیگم نے 1640ء میں گور کھتری کو ایک کاروان سرائے میں تبدیل کیا اور اسے سرائے جہاں آباد کا نام دیا۔ اس میں ایک چھوٹے سرائے کی تمام خصوصیات موجود ہیں، اس کے دو شاندار دروازے ہیں: مغربی اور مشرقی دروازہ، اور یہ تقریباً 700x700 فٹ کے علاقے میں محیط ہے۔ اس کے چاروں طرف ایک بلند دیوار سے گھرا ہوا کھلا صحن ہے۔ اندرونی حصے میں دیوار کے ساتھ کمرے بنائے گئے ہیں جہاں تاجروں یا سیاحوں کے قیام کیلئے کمرے موجود ہیں جو ہندوستان اور وسطی ایشیا کے درمیان سفر کرتے تھے۔ یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جہاں آرا بیگم نے اس سرائے میں ایک مسجد اور حمام بھی تعمیر کروایا تھا، لیکن وقت کے ساتھ یہ عمارتیں تباہ ہو چکی ہیں، اور اب صرف دو دروازے اور جنوبی سمت کے کچھ کمرے باقی ہیں۔

پشاور کی سب سے شاندار عمارت مہابت خان مسجد ہے۔ یہ ایک بلند پلیٹ فارم پر تعمیر کی گئی ہے، جس میں تین دروازے ہیں، سوائے قبلہ والے دروازے کے۔ اس کا نقشہ مستطیل شکل (185x163 فٹ) میں ہے اور نماز کے ہال میں خوبصورت سجاوٹ کی گئی ہے۔ نماز کے ہال کے سامنے دو بلند مینار ہیں، ایک ہر طرف کے کونے پر۔ اس مسجد کی تعمیر مہابت خان نے اورنگزیب کے دور حکومت میں کی تھی۔

یہ ایک مختصر خاکہ ہے اسلامی فن تعمیر کے شاندار ورثے کا جو تدریجاً ترقی کرتا گیا اور مغلیہ دور میں اپنے عروج کو پہنچا۔ اس میں ہمسایہ علاقوں کے ساتھ ثقافتی تعلقات کی جھلک بھی نظر آتی ہے اور ایک ایسا طرزِ تعمیر تیار ہوا جو کئی مختلف فنون کے امتزاج کا نتیجہ تھا، لیکن اس کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے جنہوں نے علاقائی تنوع کے باوجود اسلامی فنِ تعمیر کو ایک منفرد پہچان دی۔

☆☆☆

مساجد کے فنِ تعمیر کا مختصر جائزہ

قدیم دور سے جدید دور تک کا سفر

غلام یٰسین

اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے مساجد کی تعمیر:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا"

"اور بے شک مسجدیں اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو"۔[1]

یہ آیت مبارکہ واضح کرتی ہے کہ مساجد کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے ہے اور ان کا مقصد توحید کا پرچار ہے۔

مساجد کی تعمیر کرنے والوں کی فضیلت:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ"[2]

"اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں"۔

یہ آیت مبارکہ مساجد کی تعمیر اور ان کی آباد کاری کے اجر کو واضح کرتی ہے۔

مساجد کی تعمیر کا اجر:

رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص اللہ کیلئے مسجد بنائے، اللہ اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنائے گا"۔[3]

یہ حدیث مبارکہ مساجد کی تعمیر کے لیے مسلمانوں کی ترغیب کا سبب بنی۔

مسجد نبوی کی تعمیر:

جب رسول اللہ (ﷺ) مدینہ منورہ تشریف لائے تو سب سے پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر تھا۔ یہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کیلئے ایک مرکز کے طور پر قائم کی گئی جہاں عبادت، تعلیم اور مشاورت کا انتظام کیا جاتا تھا۔

تاریخی پس منظر:

سب سے پہلی مسجد کعبہ تھی۔ کعبۃ اللہ کے ارد گرد مسجد الحرام کی تعمیر ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق کعبہ وہ جگہ ہے جہاں سب سے پہلے حضرت آدم اور حضرت حوا (علیہما السلام) نے زمین پر عبادت کی تھی۔ اسی جگہ پر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کے ساتھ مل کر ایک عبادت گاہ تعمیر کی، یہی جگہ مسجد الحرام کہلائی۔ متعدد روایات کے مطابق اوائل دور میں اس جگہ پر حضور نبی کریم (ﷺ) نے نمازیں ادا فرمائیں۔

دوسری مسجد "مسجد قباء" تھی جس کی بنیاد حضور نبی کریم (ﷺ) نے مدینہ سے کچھ باہر اس وقت رکھی جب مکہ سے مدینہ ہجرت فرما رہے تھے۔

تیسری مسجد "مسجد نبوی" تھی جس کی بنیاد بھی آقا کریم (ﷺ) نے مدینہ میں ہجرت کے بعد رکھی اور اس کی تعمیر میں خود بھی حصہ لیا۔ مسجدِ نبوی مسلمانوں کا مذہبی، معاشرتی اور سیاسی مرکز تھا۔ آج مسجد الحرام اور مسجد نبوی مسلمانوں کی مقدس ترین جگہیں ہیں۔

قدیم دور میں مساجد کی تعمیر:

قدیم دور کی مساجد کی تعمیر اسلامی تہذیب کا ایک اہم پہلو ہے، جو نہ صرف عبادت بلکہ مسلمانوں کی سماجی، تعلیمی، اور سیاسی سرگرمیوں کے مراکز کے طور پر کام کرتی تھیں۔

مسجد قُباء

یہ اسلام کی پہلی مسجد ہے، جو رسول اللہ (ﷺ) نے ہجرت کے پہلے سال (1 ہجری / 622 عیسوی) میں مدینہ منورہ کے قریب قُباء کے مقام پر تعمیر کی۔

[1](الجن:18)

[2](التوبہ:18)

[3](صحیح بخاری / صحیح مسلم)

تعمیر کا طرز:

ابتدائی طور پر مسجد قبا کو بڑی سادگی کے ساتھ تعمیر کیا گیا تھا-

مواد:

مسجد کی تعمیر میں پتھر، مٹی اور کھجور کی لکڑی استعمال کی گئی تھی- دیواریں پتھروں سے بنائی گئیں جبکہ چھت کو کھجور کی شاخوں اور تنوں سے ڈھانپا گیا تھا-

ڈیزائن:

مسجد کا طرز سادہ اور کھلا تھا، جس میں ہوا اور روشنی کے لیے کشادگی کا خیال رکھا گیا- ابتدائی طور پر یہ ایک چھوٹا سا مستطیل نما ڈھانچہ تھا-[4]

مسجد الحرام

یہ دنیا کی سب سے قدیم عبادت گاہ ہے، روایات میں ہے کہ اسے پہلی مرتبہ تخلیقِ آدم (علیہ السلام) سے بھی قبل ملائکہ نے بنایا تھا، بعد ازاں انہی بنیادوں پہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل (علیہما السلام) نے تعمیر کی-

مسلمانوں کا قبلہ ہے- اس کا تعمیراتی طرز مختلف ادوار میں اسلامی فنِ تعمیر کی ترقی اور جدیدیت کی عکاسی کرتا ہے- ہر دور میں اس کی توسیع اور تعمیر مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے مطابق کی گئی- یہ مسجد اسلامی تاریخ، روحانی تقدس اور فنِ تعمیر کا ایک عظیم الشان نمونہ ہے-

ڈیزائن:

ابتدائی طور پر یہ ایک سادہ سی عبادت گاہ تھی، جس کے مرکز میں خانہ کعبہ موجود تھا- اس کی کوئی چھت یا باقاعدہ ڈھانچہ نہیں تھا-

مواد:

قریش نے خانہ کعبہ کی دیواروں کی تعمیر میں پتھروں اور لکڑی کا استعمال کیا-

خلفائے راشدین کا دور:

سیدنا حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے مسجد کے اطراف میں پہلی مرتبہ توسیع کی اور اس کی حدود کو واضح کرنے کے لیے دیوار تعمیر کروائی- سیدنا حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے مسجد کی مزید توسیع کی اور چٹائی سے چھت بنوائی تاکہ نمازیوں کو دھوپ سے بچایا جاسکے-

اموی، عباسی اور عثمانی ادوار

اموی دور:

یزید کے دور میں مدینہ منورہ کی حرمت پامال کرنے کے بعد جب مکہ مکرمہ پہ چڑھائی کی گئی تو خانہ کعبہ شریف کی عمارت کو بھی شدید نقصان پہنچایا گیا-[5] اس واقعہ کی بنیاد پہ امام احمد بن حنبلؒ نے یزید کے متعلق انتہائی موقف اختیار کیا-[6]
اموی حکمران عبد الملک بن مروان نے مسجد میں سنگ مرمر اور قیمتی پتھروں کا استعمال شروع کیا-

عباسی دور:

عباسی خلفاء نے مسجد کو مزید وسیع کیا اور خطاطی اور آرائش کو اہمیت دی-

عثمانی دور:

مسجد کے اطراف میں خوبصورت مینار اور گنبد تعمیر کیے گئے، جن پر نیلے اور سبز نقش و نگار کیے گئے-[7]

سعودی دور:

مسجد کے اطراف میں شاندار توسیع کی گئی ہے، حجاج کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر طواف و سعی کے مقامات کو کئی منزلوں میں بنا دیا گیا ہے- توسیع کا کام تاحال جاری ہے-

مسجد نبوی

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے 1 ہجری میں اس مسجد کی بنیاد رکھی-

---

[4] (ابن سعد، طبقات ابن سعد، ج:1، ص:235)

[5] (تاریخ الطبری، ج:5، ص:482-481)

[6] (امام ابن حجر ہیتمی، الصواعق المحرقہ علی اھل الرفض و الضلال والزندقۃ، ج:2، ص:635، بیروت، لبنان)

[7] (محمد بن جریر الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج:1، ص:230)

(ڈاکٹر علی عبد اللہ، مسجد حرام کی تاریخ، دارالسلام پبلشرز، ریاض، 2016)

مسجد نبوی شریف آقا کریم (ﷺ) کی زندگی، دعوت اور امت کیلیے رہنمائی کا مرکز رہی ہے- اس کی تعمیر اور توسیع کے مراحل اسلامی فن تعمیر کی شاندار عکاسی کرتے ہیں-

ابتدائی تعمیر (622ء)

حضور نبی کریم (ﷺ) نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے بعد سب سے پہلے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی-

مواد:

مسجد کی دیواریں کچی اینٹوں اور پتھروں سے بنائی گئیں جبکہ چھت کھجور کی شاخوں اور تنوں سے ڈھانپی گئی-

ڈیزائن:

یہ ایک مستطیل نما عمارت تھی، جس کا کل رقبہ تقریباً 1050 مربع میٹر تھا- ایک حصہ نماز کے لیے مخصوص تھا اور ایک حصہ مسافروں کے لیے بطور ”صفہ“ استعمال ہوتا تھا-

سادگی:

ابتدائی مسجد انتہائی سادہ اور بے تزئین تھی، جو اسلامی تعلیمات کی سادگی اور عاجزی کی عکاسی کرتی ہے-

حضرت عمر اور حضرت عثمان (رضی اللہ عنہما) کے ادوار میں توسیع:

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) (638ء):

آپ کے دور میں مسجد کی توسیع کی گئی، دیواروں کو مزید بلند کیا گیا، اور چھت کو مضبوط لکڑی سے بنایا گیا-

حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) (649ء):

آپ کے دور میں مسجد کی عمارت میں خوبصورتی کا اضافہ ہوا- سنگ مرمر اور دیگر نفیس مواد استعمال کیا گیا، جو اسلامی فن تعمیر کی ابتدائی جھلکیاں پیش کرتا ہے-

اموی دور:

ولید بن عبد الملک نے مسجد میں پہلی مرتبہ محراب اور مینار تعمیر کروائے- یہ اسلامی فن تعمیر میں ایک اہم سنگ میل تھا-

عباسی دور:

مسجد میں خطاطی اور اندرونی تزئین و آرائش کا آغاز ہوا، جس نے مسجد کی جمالیاتی اہمیت کو بڑھا دیا-

عثمانی دور:

مسجد میں نیلے اور سفید نقش و نگار، خوبصورت مینار اور عظیم گنبد شامل کیے گئے-

سعودی دور:

آل سعود کے مختلف ادوار میں مسجد نبوی شریف میں توسیعی کام ہوتے رہے، نمایاں ترین توسیع کا آغاز ملک فہد بن عبد العزیز کے عہد میں ہوا جو کام تا حال جاری ہے. اس توسیعی خدمت کی نمایاں خوبی جدید ٹیکنالوجی کا موثر استعمال ہے-

مسجد اقصیٰ

یہ مسجد حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے زمانے میں تعمیر کی گئی-

”سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا“[8]

”پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی“-

تعمیر کا طرز:

مسجد اقصیٰ کو بھی ابتدا میں مٹی اور پتھروں سے تعمیر کیا گیا- خلیفہ عبد الملک بن مروان نے اس مسجد کو دوبارہ تعمیر کیا اور قبۃ الصخرہ (گنبدِ صخرہ) بنایا- یہ مسلمانوں کا قبلہ اول تھا- معراج النبی (ﷺ) کا واقعہ یہاں پیش آیا-[9]

مسجد کوفہ

مسجد کوفہ کی بنیاد 17ھ (639ء) میں دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے حکم پر رکھی گئی- حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) نے مسجد کی تعمیر کی نگرانی کی اور یہ ابتدائی طور پر مسلمانوں کیلئے ایک عبادت گاہ اور سماجی مرکز کے طور پر استعمال ہوتی تھی-

مواد:

مسجد کوفہ کی ابتدائی تعمیر میں گارے، مٹی اور کھجور کے درختوں کے تنوں کا استعمال کیا گیا-

---

[8] (الاسراء:1)

[9] (المقریزی، الخطط والآثار، ج:4، ص:200)

ڈیزائن:

مسجد ایک مستطیل نما ڈھانچے پر مبنی تھی، جس میں کھلا صحن اور نماز کے لیے ایک چھوٹا سا مسقف حصہ تھا۔

اموی دور:

حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے دور میں مسجد کوفہ کی تعمیر و تزئین میں نمایاں تبدیلیاں کی گئیں۔دیواروں کو مضبوط پتھروں سے تعمیر کیا گیا۔مسجد میں محراب اور منبر کا اضافہ کیا گیا۔

عباسی دور:

عباسی خلفاء نے مسجد میں سنگ مرمر، قیمتی لکڑی اور خطاطی کے نمونے شامل کیے۔ مسجد کے ستون اور چھت کو خوبصورتی سے مزین کیا۔[10]

قدیم مساجد کی تعمیر میں سادگی، عاجزی اور عبادت کی روح نمایاں تھی۔ان مساجد کا مقصد نہ صرف اللہ کی عبادت تھا بلکہ یہ اسلامی معاشرتی زندگی کے مراکز کے طور پر بھی استعمال ہوتی تھیں۔

جدید دور میں مساجد کی تعمیر

جدید دور کی مساجد اسلامی فن تعمیر کے ساتھ ساتھ جدت اور تکنیکی ترقی کا حسین امتزاج ہیں۔یہ مساجد نہ صرف عبادت کے لیے مخصوص ہیں بلکہ کئی سماجی، تعلیمی، اور ثقافتی سرگرمیوں کے مراکز بھی ہیں۔ جدید دور کی مساجد کی تعمیر میں سادگی اور روحانیت کے ساتھ ٹیکنالوجی اور آرکیٹیکچر کی خوبصورتی جھلکتی ہے۔

جامع مسجد فیصل (اسلام آباد، پاکستان)

تعمیر کا آغاز: 1976

افتتاح: 1986

معمار: ترکی کے ماہر معمار ودات دلوکے

تعمیر کا طرز: غیر روایتی ڈیزائن، جو ایک خیمے کی شکل کا ہے۔88 میٹر اونچے مینار، جو عثمانی طرز کے ہیں۔ایک وقت میں 1 لاکھ سے زائد نمازیوں کی گنجائش۔یہ پاکستان کی قومی مسجد ہے۔اسلام آباد کی پہچان اور اسلامی طرز تعمیر کا جدید نمونہ۔[11]

شیخ زید مسجد (ابوظہبی، متحدہ عرب امارات)

شیخ زید مسجد، جو ابوظہبی، متحدہ عرب امارات میں واقع ہے، اسلامی فن تعمیر کا ایک شاندار نمونہ ہے۔ یہ مسجد جدت اور اسلامی روایات کا امتزاج پیش کرتی ہے اور دنیا کی بڑی اور خوبصورت ترین مساجد میں سے ایک ہے۔ اس مسجد کو متحدہ عرب امارات کے بانی صدر، شیخ زید بن سلطان النہیان کے نام سے منسوب کیا گیا ہے اور یہ 2007 میں مکمل ہوئی۔

تاریخی پس منظر:

شیخ زید مسجد کی تعمیر کا آغاز 1996 میں ہوا اور یہ 2007 میں مکمل ہوئی۔مسجد کا مقصد نہ صرف عبادت کا ایک مرکز بنانا تھا بلکہ مختلف اسلامی ثقافتوں کو یکجا کرنے کی علامت پیش کرنا بھی تھا۔

مسجد کے رقبے کا حجم:

یہ مسجد 22412 مربع میٹر پر پھیلی ہوئی ہے اور بیک وقت 40000 افراد کو عبادت کی سہولت فراہم کر سکتی ہے۔

معمار:

مسجد کے ڈیزائن میں یوسف عبدلّی، ایڈریان اسمتھ اور دیگر عالمی شہرت یافتہ معماروں نے حصہ لیا۔

مواد:

مسجد کی تعمیر میں دنیا بھر سے لائے گئے بہترین مواد کا استعمال کیا گیا۔مثلاً اٹلی سے سنگ مرمر، جرمنی سے شیشے، چین سے موزیک اور ہندوستان سے قیمتی پتھر۔

---

[10] (البلاذری، فتوح البلدان، ص:350)

(یعقوبی، تاریخ یعقوبی، دار الکتب العربیہ، 1985)

[11] (کمال الدین، اسلامی فن تعمیر کا جدید دور، ص:180)

مسجد کے نمایاں تعمیراتی عناصر:

گنبد

شیخ زید مسجد میں 82 گنبد ہیں، جن کا ڈیزائن مغلیہ، مورش اور عباسی طرزِ تعمیر کا امتزاج ہے-مرکزی گنبد دنیا کا سب سے بڑا گنبد ہے، جس کی بلندی 85 میٹر اور قطر 32.8 میٹر ہے-

مینار

مسجد کے چار مینار، جو 107 میٹر بلند ہیں، کلاسیکی اسلامی طرزِ تعمیر کے مطابق بنائے گئے ہیں-میناروں میں مملوک، عثمانی، اور فاطمی طرز کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں-

مسجد کا صحن

مسجد کا صحن 17000 مربع میٹر رقبے پر مشتمل ہے، جو دنیا کے سب سے بڑے ماربل موزیک سے مزین ہے-یہ موزیک پھولوں کے مختلف نمونوں پر مبنی ہے، جو اسلامی آرٹ کا مظہر ہیں-

داخلی ہال اور ستون

مسجد کے اندرونی ہال میں 96 ستون ہیں، جو سفید سنگ مرمر اور قیمتی پتھروں سے بنے ہیں-ستونوں پر نیم قیمتی پتھروں، جیسے نیلم، عقیق اور فیروزہ کی نقاشی کی گئی ہے-

فانوس

مسجد میں سات بڑی فانوس/چاندیلرز ہیں، جو جرمنی میں تیار کی گئیں اور ان میں سواروسکی کرسٹل استعمال کیے گئے-مرکزی فانوس دنیا کا دوسرا بڑا فانوس ہے، جس کا وزن تقریباً 12 ٹن ہے-

قالین

مسجد کے مرکزی نماز ہال میں دنیا کا سب سے بڑا ہاتھ سے بنا قالین بچھایا گیا ہے، جو ایران میں 1200 ماہر کاریگروں نے تیار کیا-اس قالین کا وزن 35 ٹن ہے اور اس پر اسلامی طرز کے پھولوں کے نمونے بنائے گئے ہیں-

ماحولیاتی اقدامات:

روشنی کا نظام

روشنی کا نظام مسجد کو چاند کی مختلف حالتوں کے مطابق روشن کرتا ہے-

پانی کی بچت:

وضو خانے اور باغات میں پانی کے مؤثر استعمال کے لیے جدید نظام نصب کیا گیا ہے-[12]

مسجد الحسن الثانی (کاسابلانکا، مراکش)

مسجد الحسن ثانی مراکش کے شہر کاسابلانکا میں واقع ہے اور اسلامی فنِ تعمیر کا ایک شاندار نمونہ ہے-یہ مسجد دنیا کی بلند ترین مینار کی حامل ہے اور بحر اوقیانوس کے کنارے تعمیر کی گئی ہے-اس مسجد کی تعمیر مراکش کے بادشاہ حسن دوم کے حکم پر 1986 سے 1993 تک ہوئی-اس مسجد کا طرزِ تعمیر اسلامی اور مراکشی فنون کی خوبصورتی کو جدت کے ساتھ پیش کرتا ہے-

تاریخی پس منظر

مسجد الحسن ثانی کی تعمیر کا مقصد ایک ایسی عظیم عبادت گاہ بنانا تھا جو مراکش کی اسلامی ثقافت اور فنِ تعمیر کی نمائندگی کرے-بادشاہ حسن دوم نے اسے قرآن پاک کی اس آیت سے متاثر ہو کر تعمیر کروایا:

’’وَاَرْضُ اللہِ وَاسِعَۃٌ‘‘[13]

’’اور اللہ کی زمین وسیع ہے‘‘-

یہ مسجد سمندر کے کنارے اس نظریے کے تحت بنائی گئی کہ ’’اللہ کا تخت پانی پر ہے‘‘-

معمار:

مسجد کے ڈیزائنر مشہور فرانسیسی معمار ’’میشل پینسو‘‘ تھے، جنہوں نے اسلامی اور مراکشی روایات کو جدید تعمیراتی تکنیکوں کے ساتھ مربوط کیا-

---

[12] (علی ابراہیم، شیخ زید مسجد کی تاریخ، دبئی پریس، 2018) (یونسکو، ’’اسلامی ثقافتی ورثہ اور شیخ زید مسجد‘‘، www.unesco.org)

[13] (الزمر:10)

مواد:

سنگ مرمر، گرینائٹ اور لکڑی جیسے مقامی مراکشی مواد استعمال کیے گئے- کچھ خاص مواد، جیسے شیشے اور لوہے، کو دیگر ممالک سے درآمد کیا گیا-

مسجد کے تعمیراتی عناصر:

مینار

مسجد الحسن ثانی کا مینار 210 میٹر بلند ہے، جو دنیا کا دوسرا سب سے بلند مینار ہے- مینار میں روشنی کے لیے جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کیا گیا ہے، جو رات کے وقت مکہ کی طرف روشنی کی شعاع بھیجتی ہے-

گنبد

مسجد کا گنبد روایتی مراکشی طرز کا ہے، جو خوبصورت نقش و نگار اور آرائش سے مزین ہے- گنبد پر مراکشی موزیک اور خطاطی کی گئی ہے-

نماز ہال

مسجد کا مرکزی نماز ہال 25000 نمازیوں کی گنجائش رکھتا ہے، جبکہ بیرونی صحن میں 80000 افراد نماز ادا کر سکتے ہیں- ہال کی چھت خود کار نظام کے ذریعے کھل سکتی ہے، جو نماز کے دوران سمندری ہوا اور روشنی کو اندر آنے دیتی ہے-

ستون اور قوس

مسجد کے ستون اور قوس اسلامی طرز تعمیر کی خوبصورتی کو ظاہر کرتے ہیں- ستونوں پر سنگ مرمر اور نیم قیمتی پتھروں سے نقش و نگار کیے گئے ہیں-

بحری طرز تعمیر

مسجد کا ایک حصہ سمندر کے اوپر تعمیر کیا گیا ہے، جو اسے ایک منفرد تعمیراتی حیثیت دیتا ہے- سمندر کی قربت مسجد کو قدرتی خوبصورتی کے ساتھ ایک روحانی ماحول فراہم کرتی ہے-

انداز خطاطی اور آرٹ

مسجد کی دیواروں پر قرآنی آیات کی خطاطی کی گئی ہے، جو اسلامی ثقافت کی عظمت کی عکاسی کرتی ہیں- مراکشی آرٹ، جیسے زلیج (موزیک)، کارونگ اور لکڑی کے کام، مسجد کے ہر گوشے میں دکھائی دیتے ہیں-

جدید ٹیکنالوجی کا استعمال:

خودکار چھت

نماز ہال کی چھت خودکار نظام کے ذریعے کھل سکتی ہے، جو جدید تعمیرات کا ایک انوکھا پہلو ہے-

زلزلہ مزاحم نظام

مسجد کو زلزلوں سے محفوظ رکھنے کیلئے جدید ٹیکنالوجی استعمال کی گئی ہے-

گرم اور ٹھنڈے فرش

فرش کو موسم کے مطابق گرم یا ٹھنڈا کرنے کا نظام موجود ہے-[14]

جدید دور کی مساجد میں روایتی اسلامی طرز کے ساتھ جدید ٹیکنالوجی کا استعمال ہوتا ہے- ان مساجد میں سنگ مرمر، شیشے، دھات اور روشن فانوس استعمال کیے جاتے ہیں- خودکار وضو خانے، ماحولیاتی اثرات کو کم کرنے کے لیے شمسی توانائی کا استعمال کیا جاتا ہے- جدید مساجد، عبادت کے علاوہ اسلامی ثقافت، تعلیم اور بین المذاہب ہم آہنگی کے مراکز کے طور پر کام کرتی ہیں-

جدید دور کی مساجد، اسلامی تاریخ کے ساتھ جڑی ہوئی، ٹیکنالوجی اور جدید فن تعمیر کے نئے پہلوؤں کو نمایاں کرتی ہیں- یہ مساجد عبادت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے لیے سماجی اور تعلیمی مراکز بھی بن چکی ہیں، جن کی تعمیر میں اسلامی اقدار اور جدیدیت کا حسین امتزاج ہے-

☆☆☆

[14] (جیمز اسٹیل، اسلامک آرکیٹیکچر: فارم، فنکشن، اینڈ مینگ، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 1994) (مراکش وزارت ثقافت، "مسجد الحسن ثانی کا فن تعمیر" (www.moroccoculture.ma

یک زماں با رَفتگان صحبت گزیں
صنعت آزاد مردان ہم ببیں

اسلامی فن تعمیر ایک منفرد اور عظیم تہذیبی ورثہ ہے جو اسلامی ثقافت اور تاریخ کا عکاس ہے- اس کا آغاز ساتویں صدی کے آغاز میں ہوا اور وقت کے ساتھ ساتھ مختلف علاقوں اور ادوار میں مختلف نوعیت کی عمارات کی صورت میں پروان چڑھا- اسلامی فن تعمیر میں سادگی، توازن، ہم آہنگی اور جمالیات کو خاص اہمیت دی جاتی ہے- اس فن کا مقصد صرف عمارات کی خوبصورتی نہیں بلکہ یہ انسان کے روحانی تجربات کو مزید گہرا بنانے اور مقام کی عظمت کو پیش کرنے کے لیے ہوتا ہے- اسلامی فن تعمیر، اپنی گہری مذہبی، ثقافتی اور فلسفیانہ روایات سے متاثر ہے، جو کہ مختلف صورتوں میں نظر آتا ہے، جن میں مساجد، محلات، قلعے، باغات اور صوفی درگاہیں یا مزارات شامل ہیں-

صوفیائے کرام کے مقابر، جنہیں دَرگاہ یا مقاماتِ زیارت بھی کہا جاتا ہے، صرف برکت وزیارت کے مراکز ہی نہیں بلکہ فن تعمیر کے ایسے شاہکار ہیں جو اسلامی عقیدت، مقامی دستکاری اور صوفیانہ افکار کے امتزاج کو اجاگر کرتے ہیں- یہ درگاہیں عبادت کے علاوہ، ایک روحانی تجربہ فراہم کرنے والی فضا بھی مہیا کرتی ہیں، جہاں مادی دنیا اور روحانی دنیا کے درمیان ایک تعلق قائم ہوتا ہے- صوفی درگاہوں کے ڈیزائن میں اسلامی فن تعمیر کے روایتی عناصر جیسے گنبد، مینار، کنگرے، پتھر اور لکڑی کی جالی کا پیچیدہ کام اور جیومیٹری کے پیچیدہ ڈیزائنز اور مختلف انداز کی خطاطی کا امتزاج ہوتا ہے، لیکن ساتھ ہی مقامی ثقافت اور فنون کا رنگ بھی نمایاں ہوتا ہے جو ان درگاہوں کو مختلف علاقوں کی منفرد خصوصیات سے جوڑتا ہے-

مدینہ منورہ میں حضور نبی کریم (ﷺ) کے روضہ مبارک کی زیارت انسان کو نہ صرف روحانی سکون عطا کرتی ہے بلکہ یہاں قدیم اسلامی فن تعمیر اور جدید اسلامی طرز تعمیر کا حسین امتزاج بھی نظر آتا ہے- اسی طرح، نجف اشرف میں مولیٰ کائنات حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کا روضہ، بغداد میں سید الطائفہ جنید بغدادیؒ کا مزار، غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی درگاہ، شیخ شہاب الدین سہروردی کا مکتبہ اور مزار، ازبکستان میں شیخ بہاؤالدین نقشبند کا مزار، ترکی میں مولانا جلال الدین رومیؒ کی خانقاہ، لاہور میں حضرت داتا علی ہجویریؒ کی درگاہ مقدس، جھنگ میں حضرت سلطان باھوؒ کی درگاہ، ملتان میں حضرت شاہ رکن عالم، دہلی میں خواجہ نظام الدین اولیاء کی درگاہ اور اجمیر میں خواجہ غریب نواز کا دربار، سب ہی نہ صرف اسلامی تعلیمات کے اہم مراکز ہیں بلکہ عظیم اسلامی فن تعمیر کے بے مثال نمونے بھی پیش کرتے ہیں-

سلطان العارفین کا لقب پانے والے اور اپنی ”ھُو“ کی لے سے پہچانے جانے والے حضرت سلطان باھوؒ کی درگاہ بھی ایک عظیم روحانی درگاہ ہے جو اسلامی ثقافتی ورثے کی عکاسی کرتا ہے- آپ کی درگاہ مقدس کی تعمیر میں مغلیہ فنِ تعمیر کی یاد تازہ ہوتی ہے، جبکہ سندھ کے کاشی گروں اور پنجاب کے کاریگروں کی مہارت بھی نمایاں نظر آتی ہے- یہ خانقاہ نہ صرف ایک روحانی مرکز کے طور پر نظر آتا ہے بلکہ اسلامی فن تعمیر کے منفرد امتزاج کا بہترین نمونہ بھی پیش کرتا ہے-

درگاہِ حضرت سلطان باھوؒ کے فنِ تعمیر کی تفصیل:

درگاہ کی جو عمارت اب موجود ہے اس کو سجادہ نشین حضرت محمد امیر سلطان نے تیار فرمایا تھا- آپؒ روحانیت میں کمال درجہ کی شخصیت تھے قادری طریقت کے وظائف کی کامل مہارت رکھتے تھے بشمول اسم اللہ ذات کا تصور، مشق وجودیہ، دعوت قبور، تسخیر خلق، مقام ہاھویت اور اس جیسے

روحانی امور - روحانی درجات کے ساتھ ساتھ آپ کا ذوقِ فن تعمیر بھی انتہائی کمال کا تھا- عمارت کا نقشہ انتہائی سادہ ہے مگر عمارت کے ڈیزائن کا تناسب بہت کمال کا ہے- اس کے فن تعمیر میں سادگی بھی ہے اور اسلامی فنِ تعمیر کی عکاسی بھی اور اس خطے کی جمالیاتی ثقافت اور خوبصورتی کی جھلک بھی موجود ہے- دربار پر انوار کی ساری عمارت فن تعمیر کے اعتبار سے دیکھی جائے تو مکمل طور پر مغلیہ فن تعمیر کے مطابق تعمیر کی گئی ہے- داخلی دروازے سے لے کر درگاہ کی عمارت، مسجد، راہداری، وضو خانہ اور زائرین کے آرام کیلئے بنائے گئے برآمدوں سمیت تمام جگہوں پر مغلیہ فنِ تعمیر کا رنگ نمایاں ہے-

داخلی دروازہ:

درگاہ کے صحن میں داخل ہونے کے لیے ایک راستہ ہے جو دو دروازوں میں تقسیم کیا گیا ہے، جن کے درمیانی حصے کو ستونوں کے ساتھ سجایا گیا ہے- دونوں دروازوں پر ایک سیدھا بیم بنایا گیا ہے اور اس پر ایک بیضوی محراب بنائی گئی ہے، جس کے اوپر ایک نوکدار محراب تعمیر کی گئی ہے- محرابوں کے درمیان مرکزی حصوں میں اسم اللہ ذات، اسم محمد (ﷺ)، حضرت سلطان باھوؒ کی سوانح حیات، اور آپ کے تحریری کلمات کو خوبصورت خطاطی کے انداز میں تحریر کیا گیا ہے - دونوں دروازوں پر روایتی انداز میں تین مینار نفاست کے ساتھ تعمیر کیے گئے ہیں- میناروں کے درمیان میں سرامک ٹائلز سے سجائے ہوئے تاج بھی بنائے گئے ہیں جو پورے دروازے کے جمالیاتی حسن کو بڑھاتے ہیں اور مغلیہ فن تعمیر کی عکاسی کرتے ہیں-

کھلا صحن:

درگاہ کے صحن میں داخل ہونے کا دروازہ مشرقی دیوار کے بائیں جانب واقع ہے- گیٹ سے گزرتے ہی ایک وسیع صحن ہے جو سفید سنگ مرمر سے بنا ہوا ہے- اس کھلے صحن کے درمیان میں ایک پرانا تالاب ہے جس کے چاروں طرف وضو کی جگہ ہے- گرمیوں میں جب دن کے وقت فرش کا پتھر گرم ہو جاتا ہے تو زائرین کے لیے غالیچے بچھائے جاتے ہیں تاکہ وہ آسانی سے مسجد یا درگاہ تک پہنچ سکیں-

وضوخانہ:

وضو کا یہ مقام ایک تالاب کی شکل میں تھا جو مغلیہ طرزِ تعمیر سے متاثر ہو کر تعمیر کیا گیا تھا اور اس پر کوئی سایہ دار چیز نہیں تھی، لوگ یہاں چاروں اطراف بیٹھ کر وضو کرتے تھے- لیکن وقت کے ساتھ یہاں ایک چھت بنائی گئی اور ایک عمارت بارہ دری کی شکل میں تعمیر کی گئی- اس عمارت کے چاروں طرف کی نوکدار قوسیں اور گول ستون تعمیر کیے گئے ہیں اور ان پر شیشہ گری سے سجاوٹ کی گئی- بعد میں بارہ دری کے اطراف برآمدے بنائے گئے اور پانی کے نلکوں کی تنصیب کی گئی-

زائرین کے لئے آرام گاہ:

صحن کے شمال مغرب اور جنوبی اطراف میں زائرین کے بیٹھنے اور آرام کرنے کے لیے وسیع برآمدے بنائے گئے ہیں- برآمدوں کی تعمیر سادہ ہے جہاں اینٹوں کی مدد سے ستون تعمیر کیے گئے ہیں اور پھر ستونوں کے درمیان قوسیں بنائی گئی ہیں تاکہ زائرین کے لئے جگہ ہوادار اور روشن رہے-

مسجد اور درگاہ کا پلان:

درگاہ مسجد اور راہداری کے جنوب (بائیں طرف) کی طرف واقع ہے- درگاہ کی عمارت مربع شکل میں ہے، جس کی بیرونی پیمائش 33x33 فٹ ہے جبکہ اندرونی طرف 27x27 فٹ ہے- درگاہ کے اندر حضرت سلطان باھوؒ کی قبر انوار کے علاوہ ان کی اولاد اور خلفاء کی قبریں بھی موجود ہیں- راہداری جو کہ درگاہ اور مسجد کے درمیان ایک جگہ ہے جسے تلاوتِ قرآن پاک اور ذکر و اذکار کے لیے استعمال کیا جاتا ہے- درگاہ کے شمال میں مسجد ہے جس کے دو حصے ہیں- ایک مغرب کی دیوار میں محراب کے ساتھ مرکزی نماز گاہ ہے اور دوسرا صحن کی طرف جانے والا برآمدہ ہے جو خوبصورت ستونوں اور مغلیہ طرز کے محرابوں سے مزین ہے- مسجد کا

پلان انتہائی سادہ روایتی انداز میں بنایا گیا ہے جس سے تعمیر کے قدیمی طرز ہونے کا تاثر ملتا ہے-

اگر حضرت سلطان باھُوؒ کے درگاہ کے پلان کا تاریخی طور پر موازنہ کریں تو اس کا پلان قدیم مسجد نبوی (ﷺ) کے پلان سے کافی حد تک مماثلت رکھتا ہے- مسجد نبوی (ﷺ) کے پلان میں روضہ رسول (ﷺ) مسجد سے بائیں جانب ہے اور درمیان میں کچھ فاصلہ بھی ہے جو کہ ایک راہداری کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے اور محراب کی جگہ بھی حجرہ رسول (ﷺ) سے کچھ آگے کی جانب موجود ہے جیسا کہ پلان میں دیکھا جاسکتا ہے-

نور الدین السمہودی اپنی کتاب ”وفاء الوفا“ میں لکھتے ہیں:

”ایک عربی مورخ ابن النجار نے اپنی کتاب میں رسول اللہ (ﷺ) کے حجرے (کمرے) کے لے آؤٹ پلان کی تصویر بنائی تھی، لیکن جب میں نے جاکر دیکھا- یہ حجرہ مبارک مربع شکل میں تھا“-

مسجد کے پلان کے بعد ایک موازنہ یہ بھی ہے کہ حضرت سلطان باھُوؒ کے درگاہ کا پلان مربع شکل ہے تو روضۂ رسول (ﷺ) کا ابتدائی پلان بھی مربع شکل میں تھا- السمہودی کی کتاب وفاء الوفا میں روضہ رسول (ﷺ) کے لے آؤٹ پلان کا خاکہ دیا گیا ہے-

فرنٹ ایلیویشن:

مشرق سے صحن میں داخل ہوتے ہی سامنے سے عمارت کو دیکھیں تو اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ عمارت کو مغلیہ فنِ تعمیر کے اصولوں کے مطابق تعمیر کیا گیا ہے- مزار، راہداری اور مسجد کی چوڑائی تقریباً 92 فٹ ہے اور میناروں سمیت اونچائی تقریباً 39 فٹ ہے-

درگاہ کے فنِ تعمیر کو تفصیل سے بیان کرنے کیلئے عمارت کے اندرونی اور بیرونی حصوں کو تقسیم کیا گیا ہے جو درج ذیل ہیں-

بیرونی آرائشی خصوصیات

روضہ کے دروازے کی چوکاٹھ اور دروازہ:

درگاہ کے داخلی دروازے کی چوڑائی 4 فٹ ہے جس کو اخروٹ کی لکڑی سے تیار کیا گیا ہے جس پر کندہ کاری کرکے مختلف پھولوں کے پتے اور ٹہنیاں کو لکڑی کے اندر سجایا گیا ہے اور دروازے کی چوکاٹھ کو سنگ مرمر سے بنایا گیا ہے جس کی اونچائی ساڑھے چھ فٹ ہے اور اس کے کناروں کو کندہ کاری کی مدد سے بیل بوٹے بنا کر سجایا گیا ہے اور دونوں دروازوں کے بیرونی جانب ایک بیرل بولٹ لاک لگایا گیا ہے جس پر قدیم طرز کا پیتل کا تالا لگایا گیا ہے-

قوس اور اس کے اوپر کا (Arch & Spandrel) مثلثی حصہ:

درگاہ کے مرکزی دروازے کے اوپر مغلیہ طرز پر بنائی گئی نوکدار محراب ہے جس کے اوپر والے مثلثی حصے کے اندر اور ان کے کناروں کو گہرے نیلے، آسمانی نیلے، سفید اور فیروزی رنگ کی سندھی کاشی ٹائلوں کی مدد سے مختلف پھولوں کے ڈیزائن کی مدد سے سجایا گیا ہے-

مقرنس:

مرکزی دروازے اور قوس کا درمیانی حصہ مقرنس سے مزین ہے جو نیلے رنگ کی سندھ روایتی کاشی ٹائلز سے بنایا گیا ہے- مقرنس ایک منفرد اور پیچیدہ آرائشی طرز ہے جو اسلامی فنِ تعمیر میں اہمیت رکھتا ہے- یہ چھتوں، دروازوں اور قوسوں کی آرائش میں استعمال ہوتا ہے، جس میں باریک اور متعدد زاویوں سے بنے ہوئے منفرد ڈیزائن ہوتے ہیں- مقرنس زیادہ تر ایران اور وسطی ایشیائی ممالک کی عمارات میں ایک اہم جزو کے طور پر بنائی جاتی ہے-

قوس، سپنڈرل (قوس کے اوپر مثلثی حصہ) کے اوپر افقی اور مربع شکل کے حصے:

سپنڈرل کے اوپر مختلف اشکال کے حصے ہیں جیسے مربع، مستطیل، عمودی اور افقی حصے، جن پر خطاطی، پھولوں کے نمونوں اور جیومیٹریکل ڈیزائنز کے ساتھ سجاوٹ کی گئی ہے- یہ تمام ڈیزائن نیلے، سفید، سنہری اور فیروزی رنگ کی چمکدار ٹائلز سے مزین ہیں- اسی حصے میں قرآن پاک کی آیات،

حضرت سلطان باھوؒ اور دوسرے صوفیائے کرام کے فارسی اشعار کو خطاطی کی شکل میں تحریر کیا گیا ہے جو کہ اسلامی فن تعمیر کا انتہائی اہم اور خصوصی جزو سمجھا جاتا ہے-

درگاہ کی جنوبی طرف کی بیرونی دیوار پر نقش ونگاری:

درگاہ کی جنوبی طرف کی دیوار پر کوئی دروازہ نہیں ہے، بلکہ یہاں پتھر سے بنی ہوئی جالی نصب کی گئی ہے- جالی کے اوپر مغلیہ طرز کی نوک دار قوس بنی ہوئی ہے- جالی اور قوس کے درمیان سندھ کی روایتی ٹائلز سے مزین ابھرے ہوئے گنبد اور چھوٹے مینار بنائے گئے ہیں، جو مغلیہ فنِ تعمیر میں بڑی فنکاری اور مہارت کے ساتھ بنائے گئے ہیں-

روضہ کی چھت کی پردہ دیوار (Parapet wall):

درگاہ مبارک کی چھت کی پردہ دیوار کے نچلے حصے کو کنول کے پھول کے پتے کی شکل میں کٹی ہوئی ٹائلز سے سجایا گیا ہے- اس کے اوپر، مسدس شکل کے نمونوں کی مدد سے جالی کو تیار کیا گیا ہے، جو قوس کو بنایا گیا ہے اور اس قوس میں جالی نصب کی گئی ہے- اس کے بعد چھوٹے گنبد کی شکل کے مینارے بنائے گئے ہیں جن کو سندھ کی کاشی ٹائلز سے تیار کر کے سجایا گیا ہے- عام طور پر پردہ دیوار پر زیادہ نقش و نگار دیکھنے کو نہیں ملتے مگر یہاں پردہ دیوار میں اتنی زیادہ پیچیدہ قسم کی ڈیزائننگ کر کے سندھی ٹائلز کی مدد سے ایک شاہکار تعیر کیا گیا ہے جس کی مثال صرف صوفیاء کے مزارات پر ہی پائی جا سکتی ہے کیونکہ یہ مختلف ثقافتوں کو اکٹھا کرنے کی مثالی جگہیں ہوتی ہیں-

درگاہ کی عمارت کے مینار:

درگاہ کی چھت کے چاروں کونوں پر ایک ایک مینار نصب کیا گیا ہے- اس عمارت کے میناروں کی ساخت بہت منفرد ہے جس میں مغلیہ فن تعمیر کا رنگ بھی نمایاں ہے اور ساتھ میں مینار کو بیرونی طور پر سندھی ٹائلز سے سجایا گیا ہے- ہر مینار کے تین حصے ہوتے ہیں: بنیاد، ستون اور چھتری (کیوسک)- مینار کی بنیاد مسجد کی چھت سے شروع ہوتی ہے، اس کے بعد مربع شکل میں ستون بنایا گیا ہے ہے جو عمدہ اینٹوں سے تعمیر کیا گیا ہے اور اس کی بیرونی سطح کو خوبصورت بنانے کے لیے رنگین کاشی ٹائلز سے سجا دیا گیا ہے- اس کے اوپر جو حصہ آتا ہے اسے چھتری یا کیوسک کہا جاتا ہے جس میں ایک بالکنی بنائی گئی ہے اور اس کے گرد جالی کا احاطہ بھی ہے- اسی چھتری کے اوپر کی طرف مینار کی اونچائی اور اس کے حجم کے مطابق گنبد بھی بنایا گیا ہے، اس گنبد کو بھی کاشی ٹائلز سے خوبصورت رنگوں میں ڈھالا گیا ہے- اگر ہم حضرت سلطان باھوؒ کے درگاہ کی چھت کے چاروں کونوں پر بنائے گئے چار میناروں کی بات کریں تو اس کا تعلق ہمیں مغلیہ فن تعمیر سے ملتا ہے چاہے وہ عمارتیں موجودہ پاکستان میں ہوں یا ہندوستان میں- مقبرے یا درگاہ کے چاروں کونوں پر ایک ایک مینار مغلیہ فنِ تعمیر کی عکاسی کرتا ہے جیسا کہ جہانگیر بارشاہ کا مقبرہ، ہندوستان میں اتمام الدولہ کے مقبروں پر بھی چار چار مینار تعمیر کئے گئے ہیں-

غاردار قوس (Recessed arch):

مرکزی دروازے کے دونوں جانب نیلے اور سفید ٹائلز کی مدد سے دو عمودی فریم بنائے گئے ہیں- ان فریموں میں مغلیہ دور کی نوکدار قوس بنائی گئی ہے جس میں فیروزی، نیلے، سبز، سفید اور سنہری رنگ کی کاشی ٹائلز سے خوبصورت اور پیچیدہ جیومیٹری کے ڈیزائنز بنائے گئے ہیں-

مسجد اور درگاہ کے درمیان راہداری کے فرنٹ پر نقش ونگار:

راہداری کے دروازے کے اوپر تقریباً 10 فٹ کی اونچائی پر ایک چار مرکزی قوس بنائی گئی ہے جس پر قرآنی آیات کو خطاطی کی صورت میں تحریر کیا گیا ہے- اس قوس کے اوپر زمین سے 12.5 فٹ بلند مغلیہ نوکدار قوس بنائی گئی ہے- اس قوس کے کناروں کو سندھ کی سیاہ نیلے اور سفید رنگ کی کاشی ٹائلز سے مزین کیا گیا ہے- چار مرکزی قوس کے ایک فٹ بیرونی حصے پر قرآنی آیات خطاطی کی صورت میں تحریر کی گئی ہیں- اس حصے کا بغور جائزہ لیا جائے تو ایک بات واضح ہے کہ ایک بظاہر چھوٹی سی عمارت ہے مگر اتنی گہرائی

سے عمارت پر ثقافت اور سندھی کلچر کا رنگ نمایاں ہے جس کی کوئی اور مثال نہیں ملتی۔

مسجد کے مینار:

مسجد کے میناروں کی بنیاد پر آٹھ کونوں والے ستون ہیں جو درگاہ کے میناروں سے ملتے جلتے ہیں۔ میناروں کے ستون سفید، آسمانی نیلے اور گہرے نیلے رنگ کی چمکدار ٹائلز سے سجائے گئے ہیں، جن پر پھولوں کے نمونے ہیں۔ ستون کے بالکل اوپر ایک کیوسک ہے جس میں جالی والی بالکنی کی ریلنگ ہے، اور بالکنی کے اندرونی حصے کو نیم دائروی قوسوں سے سجایا گیا ہے جن پر چمکدار ٹائلز کی آرائش کی گئی ہے۔ بالکنی کے بالکل اوپر مغلیہ طرز پر ایک سفید چمکدار گنبد ہے جو کاشی گری سے مزین ہے۔

درگاہ اور مسجد پر کسی گنبد کا نہ ہونا:

یہ بات بڑی اہم ہے کہ اس خانقاہ کی عمارت میں کوئی مرکزی گنبد تعمیر نہیں ہوا۔ اگر ہم حضرت سلطان باھوؒ کے خلفاء یا آپ کے سلسلہ سے اکثر بزرگوں کی درگاہ دیکھتے ہیں گنبد کی بجائے چھت بلکل سیدھی دکھائی دیتی ہے۔ آپ کے درگاہ کے علاوہ پیر بہادر علی شاہ کی درگاہ اور پھر سلطان محمد عبد العزیزؒ کا دربار بھی بغیر گنبد کے تعمیر کیا گیا ہے۔

اندرونی سجاوٹ کی خصوصیات:

اسلامی طرزِ تعمیر کی ایک خوبصورتی یہ ہے کہ یہ عمارت کے بیرونی سجاوٹ سے زیادہ اس کے اندرونی سجاوٹ پر زیادہ توجہ دیتی ہے۔ ہر چیز کو ایک نئے رنگ، نئے فن اور نئے طریقے سے بنایا جاتا ہے، جس میں ثقافتی اور روایتی حسن کی عکاسی ہوتی ہے۔

قبر شریف کا تعویذ اور پلنگ:

قبر شریف کا تعویذ فرش سے تقریباً 5 فٹ بلند ہے، جس پر مختلف رنگوں کی کڑھائی والی چادریں بچھائی گئی ہیں اور قبر کے چاروں طرف شیشم کی لکڑی سے بنا ہوا ایک فصیل نما ڈھانچہ (جو مقامی طور پر "پلنگ" کہلاتا ہے) رکھا گیا ہے، جو ملتان کی روائتی کاریگری سے مزین ہے۔ چونکہ یہ پلنگ وقتاً فوقتاً تبدیل کیا جاتا ہے، پہلے یہ پلنگ ملک کے مختلف علاقوں سے بنوا کر بھیجا جاتا تھا، لیکن اب یہی پلنگ رحیم یار خان کے کاریگروں کے ذریعے بنایا اور نصب کیا جاتا ہے۔ پلنگ کے کناروں کو موٹی لکڑی کی کٹائی سے سجایا گیا ہے اور اس پر سرخ، سیاہ، پیلے اور سبز رنگ کے پھولوں کے نمونوں سے آرائش کی گئی ہے جو علاقائی فن کی عکاسی کرتا ہے۔ درگاہ کے سرہانے کی طرف پلنگ کو درمیان میں بلند رکھا گیا ہے، جس پر تلا کڑھائی سے بنا ہوا تاج رکھا گیا ہے۔ پلنگ پر قرآنی آیات، کلمہ طیبہ، اسم اللہ ذات اور حضرت سلطان باھوؒ کے فارسی کلام کی کچھ لائنیں تحریر کی گئی ہیں۔ پلنگ کو مضبوط اور پائیدار رکھنے کیلئے اس کے لکڑی کے پیروں کو آپس میں جوڑنے کیلئے سٹینلیس اسٹیل کی پائیپیں نصب کی گئی ہیں۔ اصحاب کرام، دیگر صوفیائے کرام کی قبور کو دیکھا جائے تو ان کی قبور کے ارد گرد بھی فصیل نما ڈھانچہ نصب کیا جاتا ہے کہیں وہ ڈھانچہ شیشے کا، کہیں سونے اور چاندی کا اور کہیں لکڑی کا بنا ہوتا ہے۔

اندرونی دیواروں، دروازوں اور جالیوں کی سجاوٹ:

درگاہ کی اندرونی دیواریں نیلے، سیاہ اور سرخ ٹائلز سے سجائی گئی ہیں جو دو سے تین فٹ اونچائی تک لگائی گئی ہیں، جبکہ اوپر کے حصے کو مختلف رنگوں اور پھولوں کے نقش و نگار سے سجایا گیا ہے۔ درگاہ کی شمالی اور جنوبی دیواروں پر پتھر کی جالی کا کام نصب کیا گیا ہے، جس میں مثلثی، آٹھ کونوں والے ستارے اور چھ پتی والے پھولوں کے ڈیزائنز شامل ہیں۔

درگاہ کی چھت کا سیلنگ ڈیزائن:

درگاہ کے اندرونی حصے میں چھت کے بارڈر پر خوبصورت ڈیزائنز اور روایتی رنگوں کے ساتھ کام کیا گیا ہے، جس میں پھولوں کے ڈیزائن اور مختلف مقدس ناموں کو چھت کی کونوں پر تحریر کیا گیا ہے۔ مقبرے کی چھت کو بہت کمال کاریگری اور عمدگی سے بنایا گیا ہے۔ چھت کا ڈیزائن صوفیوں کے جمالیاتی ذوق کو مد نظر رکھتے ہوئے تیار کیا گیا ہے۔ چھت کے حصے کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، جن میں چار مربع، چار مستطیل اور ایک مرکزی مربع

ڈیزائن شامل ہیں- چھت کے وہ حصے جو بارڈر میں آتے ہیں، سبز، سرخ اور پیلے رنگ کے جیومیٹرک نمونوں اور ڈیزائنز سے مزین ہیں، جو اس کو باقی ڈیزائننگ سے الگ کرتے ہیں- مربع شکل کے حصوں میں پیچیدہ اسلامی جیومیٹرک کے ڈیزائنز کو سرخ، سنہری، سیاہ اور پیلے رنگوں میں بنایا گیا ہے، جبکہ مستطیل حصوں میں سبز، پیلے، سرخ اور سنہری رنگوں میں آٹھ کونوں والے ستارے کے ارد گرد مربع اور مستطیل جیومیٹرک ڈیزائن بنائے گئے ہیں- جیومیٹرک ڈیزائن کے مختلف مرکزی حصوں پر اسم اللہ لکھا گیا ہے-

مسجد کی چھت کا سیلنگ ڈیزائن:

مسجد کے برآمدے کی چھت کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے- درمیانی حصہ مستطیل شکل کا ہے جبکہ اطراف میں مربع شکل کے حصے بنائے گئے ہیں- ان تینوں حصوں کے درمیان اور ارد گرد ایک خوبصورت سرحد بنائی گئی ہے، جس میں پیلے، سبز، نیلے، سرخ اور سفید رنگوں کا استعمال کیا گیا ہے- اسی حصے میں 8 کونوں والے ستارے اور دیگر اسلامی جیومیٹرک ڈیزائن پیٹرن بنائے گئے ہیں- آٹھ کونوں والے ستارے اور اس کے اطراف کو آئینہ کاری اور فریسکو ورک سے سجایا گیا ہے- جو حصہ مربع شکل میں ہے، اس کے جیومیٹرک ڈیزائن نمونوں کو 6 کونوں والے ستارے اور 12 کونوں والے ستارے / پولیگون اشکال سے مزین کیا گیا ہے، اور اس کے ارد گرد بھی آئینہ کاری اور فریسکو کا کام کیا گیا ہے- اس حصے میں سفید، سبز، سرخ، سنہری، پیلا اور گلابی رنگ استعمال کیے گئے ہیں- مستطیل حصے میں گلابی، سرخ، سبز، سفید اور سنہری رنگوں کی سجاوٹ کی گئی ہے، جو کاریگروں اور معماروں کی کاریگری کو دیکھنے والوں کی توجہ کا مرکز بناتی ہے-

حضرت سلطان باھوؒ کی درگاہ نہ صرف ایک تاریخی عمارت ہے بلکہ ایک زندہ روحانی ورثہ بھی ہے جو اسلامی فن تعمیر کی بے مثال عکاسی پیش کرتا ہے- اس درگاہ کا طرزِ تعمیر

مغلیہ فن تعمیر کے مطابق ہے، جس میں جالیاں، سنگِ مرمر کی باریک کٹائی، میناروں پر گنبد اور شاندار محرابیں شامل ہیں- ان عناصر کی حسین ترکیب اس عمارت میں ایک منفرد روحانی ماحول پیدا کرتی ہے، جو نہ صرف دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خوشی دیتی ہے بلکہ ان کے دلوں کو بھی سکون بخشتی ہے- یہاں آنے والے لوگ درگاہ کے ہر گوشے میں عقیدت اور محبت کے جذبات کو محسوس کرتے ہیں اور ان کا دل اللہ کی یاد میں محو ہو جاتا ہے- اس کی تعمیر میں اسلامی فنون کی باریکیوں کا خیال رکھا گیا ہے، جو نہ صرف فنون لطیفہ کے عکاس ہیں بلکہ زائرین کو روحانیت کے ایک نئے رنگ میں رنگین کرتے ہیں- ماضی کے اسلامی فنون کی عمدہ مثالیں جیسے نقش و نگار، عربی خطاطی اور جیومیٹری کی پیچیدہ اشکال، یہاں واضح طور پر دکھائی دیتی ہیں، جو ماضی کی عظمت کو زندہ رکھتی ہیں- یہ درگاہ اپنی روحانی اور ثقافتی اہمیت کے ساتھ ماضی کی عظمت اور موجودہ روحانی تحریک کا ایک سنگ میل بھی ہے، جو آنے والوں کو متاثر کرتا ہے اور انہیں حضرت سلطان باھوؒ کی تعلیمات کے قریب لے آتا ہے- اس کی تعمیر کے ذریعے ہمیں نہ صرف مغلیہ عہد اور علاقائی ثقافت کی شان و شوکت نظر آتی ہے بلکہ ایک ایسا ماحول بھی ملتا ہے جو دلوں کو سکون اور روح کو جلا بخشتا ہے- یہ درگاہ ایک ایسا عالمگیر روحانی مرکز ہے، جہاں ہر طبقے اور ہر مذہب کے افراد کو روحانی سکون اور مسرت کی تلاش میں رہنمائی ملتی ہے- حضرت سلطان باھوؒ کی درگاہ آج بھی ان کی تعلیمات اور روحانیت کا زندہ اظہار ہے، جو نسل در نسل لوگوں کے دلوں کو سکون اور ہدایت فراہم کرتا ہے اور ہمیشہ کرتا رہے گا-

☆☆☆

مکلی کا قبرستان اور سندھ کی تاریخ

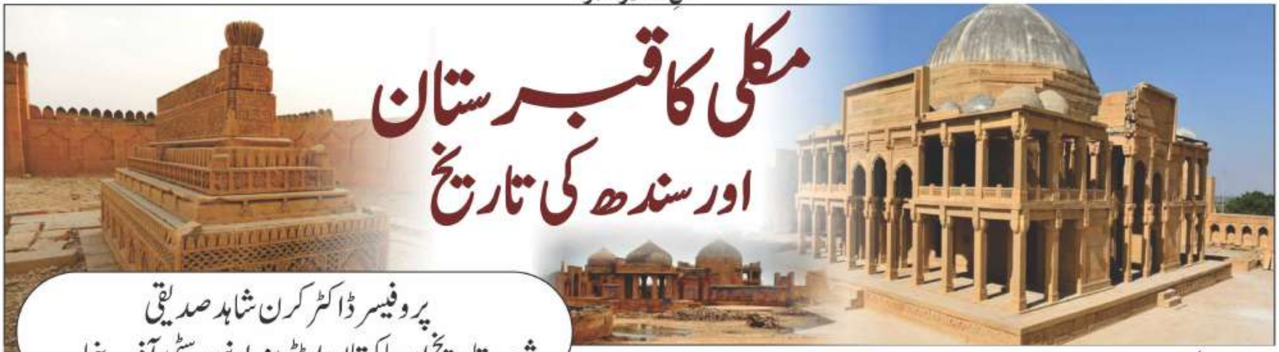

پروفیسر ڈاکٹر کرن شاہد صدیقی
شعبہ تاریخ اور پاکستان اسٹڈیز، یونیورسٹی آف پنجاب

مکلی کا قبرستان اسلامی دنیا کے بڑے قبرستانوں میں سے ایک ہے- جو سندھ کے شہر ٹھٹھہ میں مکلی نامی قصبہ میں موجود ہے- یہ 10 مربع کلومیٹر سے زائد رقبے پر پھیلا ہوا ہے- اس مقام پر 500 برس کے عرصے میں تعمیر شدہ ایک ملین قبریں اور مقبرے موجود ہیں- مکلی کے قبرستان میں شاہی خاندان، صوفی بزرگ، معزز علماء، کئی دانشور و معززین کے بڑے مقبروں کے علاوہ عوام الناس کی ہزارہا قبریں موجود ہیں- 1981ء میں اس مقام کو "ٹھٹھہ کے تاریخی یادگار" کے طور پر یونیسکو کے عالمی ثقافتی ورثہ کی فہرست میں شامل کیا گیا-

مکلی کو 15ویں صدی میں سمہ خاندان (1335ء-1524ء) کے دور میں قبرستان کے طور پر استعمال کیا جانے لگا، اس خاندان کے دورِ حکومت میں ٹھٹھہ سندھ کا ایک ترقی پذیر شہر اور دارالحکومت بن گیا- سمہ حکمران مکلی کے پہلے ماہر معمار تھے-

ٹھٹھہ، ایک تجارتی شہر کے طور پر، چودھویں صدی کے وسط میں ترقی پذیر ہوا اور ترقی کا یہ سلسلہ 1739ء تک جاری رہا جب کلہوڑا حکمرانوں نے دارالحکومت کو "خدا آباد" منتقل کر دیا اور دریائے سندھ نے اپنا پیچیدہ رخ تبدیل کر لیا، جو کہ ڈیلٹائی علاقوں میں غیر مستحکم رہا ہے- ترقی کے اس سفر کی رفتار ذرا مدھم ہوئی لیکن مکلی کے مقبرے اور کھنڈرات، اس شہر کا حسن اور خوشحالی بتانے کے لئے کافی ہیں-

حکمرانی کا پہیہ گھوما زیریں سندھ کی حکمرانی ارغون (1524ء-1555ء) اور ترخان (1555ء-1591ء) حکمرانوں کو منتقل ہوئی، یہ موجودہ افغانستان کے قندھار سے آئے تھے، یہ تبدیلی ٹھٹھہ اور مکلی پر بہت زیادہ اثر انداز نہیں ہوئی- قبرستان اور شہر دونوں کی حیثیت برقرار رہی اگرچہ ارغون دور میں تعمیراتی سرگرمی نسبتاً کم تھی، بہر طور مکلی میں تعمیرات کا سلسلہ جاری رہا- یہ شہر زندہ لوگوں کے لیے ترقی پذیر رہا، جبکہ قبرستان فنکاروں اور معماروں کی مہارت کا کینوس ثابت ہوا، یہ معمار اور فنکار زندہ لوگوں کی مدد اور وفات پانے والوں کی عظمت کو اگلی نسلوں کیلئے برقرار رکھنے کے لئے، ایک ساتھ کام کرتے رہے-

مکلی میں 40 سے زائد مقبرے موجود ہیں جو اینٹ اور پتھر دونوں سے تعمیر کیے گئے ہیں اور مختلف طرز کی سنگ تراشی کے نمونوں، ٹائل اور پلستر کے کام سے مزین ہیں- یہ تقریباً 4 کلومیٹر لمبا اور نسبتاً سیدھا مقام ہے جو جنوبی کنارے سے مرکزی شاہراہ کے ساتھ منسلک ہے- جنوب سے شمال کی جانب سفر کرتے ہوئے، کیر تھر پہاڑی سلسلے کے ٹیلوں کے مشرقی کنارے پر، جنوب سے شمال کی سمت بڑھتے ہوئے، مختلف اقسام اور سائز کے تدفینی مقامات کا مشاہدہ ہوتا ہے جو جدید سے قدیم تر تعمیرات کی ترتیب میں ہیں- لہٰذا، وزیٹر کی پہلی ملاقات مغل اور ترخان دور کی یادگاروں سے ہوتی ہے جو 17ویں صدی کے اوائل سے تقریباً 18ویں صدی کے وسط تک کی ہیں- اس مقام کی وسعت کو عبور کرتے ہوئے اور شمال کی جانب، جہاں پہاڑی نیچے اترتی ہے، سمہ دور کے مقبرے واقع ہیں جو یہاں کی قدیم ترین تعمیرات میں شامل ہیں-

جنوبی اور شمالی کنارے کے درمیان، بادشاہوں، معروف و غیر معروف اشرافیہ کے مقبرے، یادگاری قبریں،

احاطے اور پویلینز موجود ہیں جبکہ پہاڑی کے مشرقی جانب بزرگوں اور ان کے خاندانوں کی درگاہیں پھیلی ہوئی ہیں۔

تاریخ اپنے اوراق پلٹتی رہی ٹھٹھہ نے گزرتے وقت کے ساتھ کئی حکمرانوں کو دیکھا، چونکہ مکلی کے نصیب میں ''شہرِ خموشاں'' کے طور پر پذیرائی لکھی تھی اس لئے مکلی کو ہر دور میں تدفینی مقامات ملتے رہے، جس کے نتیجے میں تعمیراتی سرگرمیاں جاری رہیں اور یہاں کچھ مزید بہترین مقبرے تعمیر کیے گئے۔

زیادہ تر مقبرے گنبد نما چوکور کمروں پر مشتمل ہیں، لیکن اس زمرے میں بھی ترتیب کے مختلف انداز پائے جاتے ہیں۔ ان میں کھلی قبروں اور چھتری والے پویلین کے ساتھ احاطے، الگ چھتری والے پویلین، تنہا کھڑی قبریں، مغربی دیوار میں محراب کے ساتھ چبوترے اور مختلف ترتیب کے حامل علیحدہ علیحدہ مقبرے شامل ہیں۔

اہم سلطنتیں یادور درج ذیل ہیں:

- سمہ(1352ء-1524ء)
- ارغون(1524ء-1555ء)
- ترخان(1555ء-1591ء)
- مغل(1592ء-1739ء)

مکلی اور وسیع تر زیریں سندھ کی تعمیرات سلطنت دور اور بعد ازاں مغل دور میں تیار کردہ علاقائی طرزِ تعمیر کے مطابق تھیں۔ مکلی کا قبرستان اسلامی، ہندی، فارسی اور مقامی تعمیراتی اثرات کا امتزاج پیش کرتا ہے جو خطے کے متنوع ثقافتی ورثے کی عکاسی کرتا ہے۔

مکلی کو صوفیاء خصوصاً شیخ حماد جمالیؒ سے منسوب کیا جاتا ہے، جو اس علاقے کے ایک مشہور صوفی بزرگ تھے۔ ان کی روحانی تعلیمات اور اثر و رسوخ نے لوگوں کو اسلام و تصوف کی طرف مائل کیا، جس کے نتیجے میں مکلی ایک مقدس تدفینی مقام کے طور پر اُبھرا۔

فنِ تعمیر کی اہمیت:

مکلی کا فنِ تعمیر صدیوں کے دوران مختلف طرزوں کے امتزاج کا مظہر ہے۔ یہاں کے مقبرے اور یادگاریں سادہ اینٹوں کی تعمیرات سے لے کر انتہائی نفیس پتھر کی نقش و نگاری پر مشتمل ہیں، جن پر جیومیٹریکل ڈیزائن، خطاطی اور پھولوں کے نقوش شامل ہیں۔ رچرڈ ایف برٹن کے مطابق یہاں ہر قسم کی نقش نگاری میں انتہائی نزاکت اور نفاست نظر آتی ہے جو سارے مقبرے پر اُبھری ہوتی ہے۔ یہاں کے ہر پتھر پر، چھینی سے تراشیدہ (Carved relief) دکھائی دیتا ہے۔ دیکھنے والے کی آنکھ کو یقین ہی نہیں آتا کہ اِس ساری نقش و نگاری نے ان بے جان پتھروں میں جان ڈال دی ہے۔[1]

یہاں کے اہم تعمیراتی شاہکار درج ذیل ہیں:

سمہ حکمرانوں کے مقبرے:

مکلی کے قبرستان میں سمہ خاندان کے حکمرانوں کے مقبرے سندھ کی تعمیراتی اور ثقافتی تاریخ کے اہم نمونے ہیں۔ سمہ حکمرانوں نے 14ویں سے 16ویں صدی کے دوران سندھ پر حکومت کی اور اپنے دور میں نہ صرف سیاسی استحکام فراہم کیا بلکہ فن و ثقافت کو بھی فروغ دیا۔ ان کے مقبرے ان کی حکمرانی کے عظیم ورثے کا اظہار کرتے ہیں اور سندھ کے مخصوص طرزِ تعمیر کی نمائندگی کرتے ہیں۔

[1]https://www.dawnnews.tv/news/1071044

سمہ حکمرانوں کے مقبرے وقت کے ساتھ خستہ حالی کا شکار ہو چکے ہیں- موسمی اثرات، انسانی مداخلت اور دیکھ بھال کی کمی کے باعث ان مقبروں کی حالت بگڑتی جارہی ہے- کئی مقبرے جزوی طور پر منہدم ہو چکے ہیں اور ان کی اصل حالت برقرار رکھنے کے لیے فوری بحالی کی ضرورت ہے-

جام تمچی کا مقبرہ:

جام تمچی ایک مشہور حکمران تھا جس کا تعلق سندھ کی سمہ سلطنت سے ہے-اس کا مقبرہ مکلی کے تاریخی قبرستان میں واقع ہے-اس مقبرے کی عمارت میں اس دور کی تعمیراتی خصوصیات اور سندھ کے ثقافتی ورثے کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔
جام تمچی کا پویلین پتھر سے تعمیر کیا گیا ہے، جس میں مزین ستون ہیں- یک سنگی کالم پر مختلف قسم کے کندہ کردہ نقوش ہیں، چھت کے بیرونی حصے کی پروفائل میں چھجہ، کانگورہ طرز کے بیٹلمنٹس اور ایک فنئل شامل ہے-

سمہ کلسٹر میں کم از کم چار پویلین ہیں، جن میں سے تین ہشت پہلو اور ایک چھ پہلو ہے- سمہ کلسٹر میں موجود جام تمچی، دریا خان راہو، قاضی عبد اللہ اور ایک غیر معروف پویلین، جس پر فارسی خطاطی ہے، یہ سب چھت دار مقبرے ہیں- یہاں پیش کی جانے والی خصوصیات تمام سمہ چھتوں میں معمولی تبدیلیوں کے ساتھ یکساں ہیں، جو ان کی تعمیراتی یکجہتی اور منفرد انداز کو ظاہر کرتی ہیں-

جام نظام الدین کا مقبرہ:

جام نظام الدین کا مقبرہ سمہ دور کا واحد مربع مقبرہ ہے، جو اس وقت کے فنِ تعمیر کا نادر نمونہ پیش کرتا ہے- سمہ دور کے سب سے مشہور حکمران، جنہیں "سندھ کا ہارون الرشید" کہا جاتا ہے، ان کا مقبرہ ان کے اعلیٰ مقام کی عکاسی کرتا ہے- یہ مقبرہ اپنے وقت کی گجرات کی عمارتوں سے مشابہت رکھتا ہے اور سندھ، گجرات، راجستھان کے وسیع سنگی طرزِ تعمیر سے منسلک ہے-

مقبرے کی بیرونی سطح کو مختلف اقسام کی نقوش والی لکیروں سے مزین کیا گیا ہے، جن میں کنول کے پھول، ہیرے کے شکل کے ڈیزائن، کنول کی بیلیں اور ایک منفرد خطاطی کی پٹی شامل ہیں- مغربی دیوار پر "جھروکہ" سب سے نمایاں خصوصیت ہے، جس میں سانپ جیسی بریکٹس اور کنول کے میڈلین جیسے نقوش شامل ہیں-

یہ مربع ڈھانچہ گنبد کے لیے بنایا گیا تھا، جو کبھی تعمیر نہ ہو سکا- مقبرے میں چاروں اطراف دروازے ہیں، سوائے مشرقی دیوار کے اور ان دروازوں کے دہانوں پر چاند کی شکل کے خوبصورت پتھر لگے ہوئے ہیں- اندرونی حصے میں مغربی دیوار پر نہایت خوبصورت نقش و نگار کے ساتھ ایک محراب موجود ہے، جو اس مقبرے کی فنکارانہ اہمیت کو مزید اجاگر کرتی ہے-

ترخانوں کے مقابر:

مکلی کے قبرستان میں موجود ترخان دور کے مقابر اپنی تعمیراتی مہارت، فنکارانہ نقش و نگار اور ڈیزائن کی منفرد خصوصیات کے باعث نہایت اہمیت کے حامل ہیں- یہ مقابر اس دور کے اعلیٰ تعمیراتی ذوق اور مہارت کی عکاسی کرتے ہیں- یہ مغل اثرات کے ساتھ مقامی تعمیراتی روایات کا امتزاج پیش کرتے ہیں-

مقبرہ عیسیٰ خان ترخان اول:

عیسیٰ خان ترخان، ترخان خاندان کے بانی حکمران اور "بزرگ" کہلاتے ہیں، انہوں نے 1554ء میں اقتدار سنبھالا- ٹھٹہ سے 10 برس سے زیادہ عرصہ حکمرانی کے بعد، وہ 1565ء میں وفات پا گئے- ان کا مقبرہ مکلی کے مشرقی کنارے پر واقع ہے، جو عبد اللہ اصحابی کی موجودہ درگاہ کے قریب مشرقی جانب کے احاطے میں ہے-

مقبرے کا احاطہ ایک بلند چبوترے پر واقع ہے، جس تک رسائی مشرقی جانب پانچ سیڑھیوں کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے- یہ احاطہ مستطیل شکل میں ہے اور اس کی مغربی دیوار کے مرکز میں ایک نیم ہشت پہلو محراب موجود ہے- مرکزی احاطے کے اندر مزید کئی چھوٹے احاطے موجود ہیں، جن میں قبریں ہیں-

مرکزی احاطے کے داخلی دروازے اور درمیان والے احاطے کی دیواروں پر کئی کتبے کندہ ہیں- یہ کتبے زیادہ تر قرآن پاک کی آیات پر مشتمل ہیں، جبکہ کچھ فارسی زبان میں ہیں- ان میں عیسیٰ خان کی وفات کی تاریخ بھی درج ہے- یہ مقبرہ 1572ء سے منسوب کیاجاتاہے-

مرکزی حصے میں موجود چھوٹے احاطے تک جنوب کی جانب سیڑھیوں کے ذریعے رسائی حاصل کی جاسکتی ہے، جس میں چھ پتھر کی قبریں موجود ہیں- ان میں سب سے اہم قبر خود عیسیٰ خان کی ہے- تمام قبروں کے کتبے سیڑھی نماڈھانچے کے ساتھ اوپر ایک باکس نما چیمبر رکھتے ہیں- عیسیٰ خان کی قبر کے سر کا پتھر نمایاں طور پر تراشا ہوا ہے، جو چراغ رکھنے کے لیے ایک پگڑی کی شکل میں بنایا گیاہے-

عیسیٰ خان کے مقبرے کے احاطے کی دیواریں نہایت نفاست سے کندہ کی گئی ہیں، جنہیں محراب نما پینلز اور اندرونی جانب جالی دار کھڑکیوں میں تقسیم کیاگیاہے- ہر پینل کو کندہ شدہ عمودی بینڈز سے الگ کیا گیا ہے- کم ابھری ہوئی کندہ کاری والے ہر پینل کے کونوں میں گلاب کا نقش موجود ہے- محراب کے سامنے دو چھوٹے ستون موجود ہیں، جو دائیں اور بائیں طرف ہیں- احاطے کی دیوار کے اوپر کنگورے ہیں، جن کے نیچے جالی دار کندہ کاری کی دو قطاریں ہیں، جبکہ عربی تحریریں دیوار پر ہر جگہ نقش ہیں-

مقبرہ عیسیٰ خان ترخان دوم:

مقبرہِ عیسیٰ خان ترخان (دوم) مکلی کے سب سے شاندار مقبروں میں سے ایک ہے، جو حجم، ڈیزائن اور سجاوٹ کے لحاظ سے ممتاز ہے- وہ مغلوں کے تحت گورنر بنے اور زیادہ تر ٹھٹھ کے علاقے دکن میں متعین رہے، ان کا مقبرہ مکمل ہونے میں 18 برس لگے- یہ مقبرہ مکمل طور پر پتھر سے تعمیر کیاگیاہے اور اس میں منفرد عناصر شامل ہیں-

مقبرہ ایک احاطہ میں ہے، جس کے وسط میں مرکزی گنبد دار مربع کمرہ واقع ہے- اس پوری اسکیم کو 3 اہم حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: احاطہ کی دیوار جس میں چار ایوان ہیں، مرکزی مقبرہ کے کمرے کے گرد گھومتی ہوئی ستونوں کی قطار اور وسط میں گنبد دار مربع کمرہ- احاطہ کی دیوار پر زیادہ تر کم اُبھری ہوئی کندہ کاری کی گئی ہے جن پر کنول کے پھولوں کے گلاب جڑے ہوئے ہیں، ایوان دیوار سے بلند ہیں، جس میں محراب والا ایوان سب سے بلند ہے-

ارغون مقبرے: مکلی میں فن تعمیر کی اہم مثالیں

مکلی میں ارغون دور کے مقبرے اپنی منفرد تعمیراتی اور آرائشی خصوصیات کیلئے مشہور ہیں- ارغون خاندان نے سندھ میں اپنی حکمرانی کے دوران مکلی کے قبرستان میں اپنے لیے کئی یادگار مقبرے تعمیر کیے- یہ مقبرے اپنے وقت کے تعمیراتی اور فنکارانہ رجحانات کی جھلک پیش کرتے ہیں اور ان پر فارسی، وسطی ایشیائی اور مقامی سندھ کے اثرات نمایاں ہیں-

احاطوں میں گمنام قبریں:

احاطوں کے اندر کچھ گمنام قبریں موجود ہیں، جنہیں ارغون دور سے منسوب کیا جا سکتا ہے- یہ قبریں سادہ مگر مخصوص طرزِ تعمیر رکھتی ہیں اور ان پر پھولوں کے نقوش سے مزین آرائشی کام کیا گیاہے- تاہم، یہ ڈھانچے خستہ حالی کا شکار ہیں اور توجہ طلب ہیں-

کئی مقبرے ایسے ہیں جن کی قبریں گمنام ہیں، یعنی ان پر کسی فرد کا تعین یا شناخت نہیں کی گئی- یہ مقبرے زیادہ تر ارغون خاندان یا ان کے درباریوں سے منسوب کیے جاتے ہیں- ان گمنام قبروں پر بھی وہی تزئینی عناصر پائے جاتے ہیں، جیسے پھولوں کے نمونے اور جالیوں کا استعمال-

مکلی کے مغلیہ دور کے مقابر:

مکلی کے قبرستان میں مغلیہ دور کے مقابر تعمیراتی مہارت، جمالیاتی ذوق اور مغلیہ فن تعمیر کی منفرد خصوصیات کے نمائندہ ہیں- مغلیہ سلطنت کے دوران مکلی میں تعمیر کردہ مقابر میں مقامی تعمیراتی روایات کے ساتھ مغلیہ شاہانہ طرز کا امتزاج دیکھا جاسکتا ہے- یہ مقابر نہ صرف سندھ کی تاریخ میں اہم مقام رکھتے ہیں بلکہ مغلیہ دور کی ثقافت اور فنون کی عظمت کو بھی ظاہر کرتے ہیں-

مقبرہ دیوان شرفا خان:

دیوان شرفا خان ایک مقامی شخصیت تھے جو مغل دور میں وزیر کے طور پر خدمات انجام دے رہے تھے- ان کا انتقال تقریباً 1638ء میں ہوا- مقبرے کی محراب والی دیوار 1642ء کی تاریخ رکھتی ہے- یہ مقبرہ اینٹوں سے تعمیر کیا گیا ہے- یہ ایک احاطہ دار طرز کا مقبرہ ہے- احاطے کی دیوار میں محراب کو مکمل طور پر اینٹوں سے تیار کیا گیا ہے اور ٹائل ورک سے سجایا گیا ہے، سوائے اوپر کے کونوں میں موجود دو کتبوں کے جو پتھر سے بنائے گئے ہیں- ٹائل ورک ہزار باہ کے نمونے کی یاد دلاتا ہے، جو وسطی ایشیا کی بے شمار اینٹوں سے بنی عمارتوں میں دیکھا جاسکتا ہے-

مرکزی مقبرے کی عمارت احاطے کے مرکز میں ایک بلند پلیٹ فارم پر رکھی گئی ہے- اس کے چاروں طرف کھڑکیاں ہیں جو گہرے اور نوکدار محرابوں میں سیٹ کی گئی ہیں، جن پر ٹائل ورک کیا گیا ہے- تعمیراتی مواد میں سرخ اینٹیں اور نیلی چمکدار ٹائلیں شامل ہیں، جو متبادل قطاروں میں استعمال کی گئی ہیں- یہاں جالی کا کام اینٹوں سے بنایا گیا ہے-

ڈیزائن انتہائی متناسب اور متوازن ہے- اندرونی حصے میں گنبد کے اندر نیلی اور سرخ چمکدار اینٹوں کی قطاریں دوبارہ ترتیب دی گئی ہیں، جو اندر سے انتہائی خوبصورت دکھائی دیتی ہیں-

یہ مقبرہ مغلیہ دور کے اثرات کی عکاسی کرتا ہے، جس میں پتھر پر نفیس نقش و نگاری اور پیچیدہ ڈیزائن موجود ہیں-

مقبرہ مرزا باقی بیگ ازبک:

مرزا باقی بیگ ازبک کا مقبرہ ایک مستطیل شکل کے احاطے پر مشتمل ہے- اس احاطے کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کی مسجد کا حصہ ہے- سنگی قبریں احاطے کے مرکزی صحن میں ایک بلند پلیٹ فارم پر رکھی گئی ہیں اور یہ کھلے آسمان تلے ہیں- مقبرے کی تعمیر میں چمکدار اور سرخ اینٹوں کے امتزاج کے ساتھ ٹائل ورک شامل ہے، جبکہ پتھر کا استعمال صرف دروازے کے کناروں اور چبوتروں جیسے عناصر میں محدود ہے-

مقبرے کے بیرونی حصے کا پورا ڈیزائن کھلی محرابی طاقوں کی قطاروں پر مشتمل ہے، جن پر اندر اور باہر دونوں جانب اسپانڈرلز پر ٹائل ورک کیا گیا ہے- مسجد کے اندرونی حصے میں بھی دیگر مقابر کی طرح چمکدار اور سرخ اینٹوں کی متبادل ترتیب نمایاں ہے-

یہ مقبرہ ازبک طرز تعمیر کی خصوصیات کے ساتھ مقامی فنون اور مغلیہ اثرات کا امتزاج پیش کرتا ہے اور مکلی کے قبرستان کی تعمیراتی عظمت کا ایک منفرد نمونہ ہے-

مکلی کے قبرستان میں ان مذکورہ قبروں کے علاوہ بے شمار قبریں موجود ہیں جو مزید تحقیق اور توجہ کی متقاضی ہیں- یہ تاریخی قبرستان نہ صرف فن تعمیر اور ثقافت کا شاہکار ہے بلکہ مختلف ادوار کی تاریخ اور تہذیبی ارتقاء کا آئینہ دار بھی ہے- ان قبروں اور یادگاروں کی حفاظت نہ صرف ماضی کے ورثے کو محفوظ کرنے کے لیے اہم ہے بلکہ یہ سیاحت اور تعلیمی مقاصد کے لیے بھی بے حد قیمتی ہے- اس مٹتے ہوئے ورثے کو محفوظ کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے تاکہ آئندہ نسلوں کے لیے اس تاریخی اور ثقافتی میراث کو برقرار رکھا جا سکے- حکومت اور عوام کو مل کر اس کے تحفظ کے لیے عملی اقدامات کرنے چاہئیں-

☆☆☆

اسلامی جیومیٹریکل ڈیزائن
تجزیہ اور کائناتی نقطۂ نظر

ذیشان القادری

اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے- حسن و جمال میں تناسب اور ہم آہنگی بنیادی اہمیت رکھتی ہے- ابن الہیثم کے مطابق اشیاء میں خوبصورتی ان کے اپنے حصوں کی اچھی ترکیب و ترتیب سے وابستہ ہے-[1] جمالیاتی ذوق (Aesthetic Sense) انسانی فطرت میں شامل ہے جس کے مختلف تہذیبوں میں اظہار کے مختلف طریقے موجود ہیں- اسی طرح اسلامی تہذیب بھی اپنی آرٹ رکھتی ہے جسے اسلام کے سنہری دور میں جِلا ملی اور اسے دنیا میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے- اسلامی آرٹ کو کئی شعبوں فنِ تعمیرات (مساجد، گنبد، منبر، محراب، مینار، مزارات، مقبرے، مدارس، محلات، گھروں، دیواروں، دروازوں) اور نقش نگاری و دستکاری (قرآنی صفحات، کتابوں کے سرورق، کپڑوں، قالینوں، ظروف، برتنوں، فرنیچر، زیورات، سکوں) میں آرائش و زیبائش اور اظہارِ تہذیب کے لیے استعمال کیا جاتا ہے- فنِ تعمیر میں حسن آنکھوں کے لیے طراوت کا احساس پیدا کرتا ہے- کہا جاتا ہے کہ آرٹسٹ کو ڈیزائن ایک طرح سے قدرت کی طرف سے ودیعت کیا جاتا ہے- مسلمانوں کے فنون میں ڈیزائن اس طرح سے کیا جاتا ہے کہ یہ دی گئی جگہ پر پورا اترتا ہے جب کہ ان نمونوں میں رنگ بھرنے سے ان کا حسن اور چاشنی مزید بڑھ جاتی ہے- اسلامی فنِ تعمیر میں عمارت کی اندرونی تزئین و آرائش پر خاصی توجہ دی جاتی ہے- اسلامی نمونوں کی اقسام میں خطاطی (Calligraphy) اور بیل بوٹے پر مبنی نقوش (Arabesque) کے ساتھ ساتھ جیومیٹری (Geometry) کو بنیادی اہمیت حاصل رہی-

اسلامی جیومیٹری کی تاریخ:

جیومیٹری کا استعمال مختلف قدیم تہذیبوں میسوپوٹیمیا، مصری، ہندوستانی، یونانی، رومی، ساسانی اور بازنطینی کے فنِ تعمیر میں واضح تھا- اسلام میں جیومیٹری کا باقاعدہ آغاز آٹھویں صدی عیسوی سے ہوتا ہے جب سائنسی علوم و فنون کی طرف خاطر خواہ توجہ دی گئی- اس حوالے سے ابتدائی عمارتوں میں فلسطین میں پایا جانے والا ہشام کا محل یا خربۃ المفجر ہے جسے اموی خلیفہ ہشام بن عبد الملک نے 724ء سے 743ء کے درمیان تعمیر کروایا جس میں موزیک سے بنائے گئے جیومیٹرک نمونے موجود ہیں-[2] آٹھویں صدی کے آخر میں ہسپانیہ میں تعمیر کی گئی مسجد قرطبہ میں بھی جیومیٹریکل ڈیزائنز اپنے پورے شکوہ کے ساتھ ملتے ہیں- حکیم امت علامہ محمد اقبال مسجد قرطبہ کی پُر شکوہ فنِ تعمیر کے معترف تھے- عباسی فنِ تعمیر کا مظاہرہ مصر میں 879ء میں بنائے جانے والی مسجد احمد ابن طولون میں نظر آتا ہے جس میں جیومیٹریکل ڈیزائن کو بروئے کار لایا گیا ہے-[3] سپین میں الحمرا محل اسلامی آرٹ کا بہت بڑا شاہکار ہے- اس کے علاوہ سمرقند کی عظیم الشان بی بی خانم مسجد اور استنبول کی سلطان احمد مسجد بھی جیومیٹری کے فنون کا مظہر ہیں-[4] سلجوق دور میں ڈیزائنز میں جیومیٹری پر

[1]The Topkapı Scroll: Geometry and Ornament in Islamic Architecture, Gülru Necipoğlu, The Getty Center for the History of Art and the Humanities, 1995, P. 190

[2]https://whc.unesco.org/en/tentativelists/6546

[3]https://egymonuments.gov.eg/en/monuments/ahmad-ibn-tulun-mosque

[4]https://www.youtube.com/watch?v=8wqhb-6Xwrs&ab_channel=TRTWorld

خاطر خواہ توجہ دی گئی۔[5] سلطنتِ عثمانیہ کے عہد میں ترکی میں توپ قاپی اسکرول دریافت ہوئی جو کہ جیومیٹرک ڈیزائنز کے متعلق اہم دستاویز تھی۔ یہ دستاویز تعمیراتی نقشوں، گنبدوں اور فنِ تعمیر میں زیب و آرائش وغیرہ کے خاکوں پر مشتمل ہیں۔اسی طرح تاشقند سکرول بھی اہمیت کی حامل ہے جو تعمیراتی نقشوں اور مقرنس کے خاکوں پر مشتمل ہے۔

مغربی ماہر فن تعمیر بھی اسلامی جیومیٹری کے ڈیزائنز سے متاثر ہوئے اور انہوں نے اس کے متعلق کئی کتب و مقالہ جات لکھے۔[6] جن میں اوون جونز(Owen Jones) کی الحمرا کے متعلق کتاب ہے۔ اس کے علاوہ ان کی ڈیزائن کی تاریخ کے حوالے سے بھی کتاب ملتی ہے۔ ایمیل پریس ڈی ایونیس (Émile Prisse d'Avennes) کا عرب کے ڈیزائن پر کیا گیا کافی سارا کام ملتا ہے۔اس طرح سے انہوں نے آرٹ کو مشرق سے مغرب لے جانے میں اہم کردار ادا کیا۔ جولس بورگوئن(Jules Bourgoin) نے عرب جیومیٹری کے ساتھ ساتھ ڈیزائنز پر دیگر کتب لکھیں ۔ اس کے علاوہ اسلامی جیومیٹرک ڈیزائنز پر شاہکار کتاب ایرک براگ(Eric Broug) کی ہے جس میں انہوں نے بنیادی جیومیٹرک ڈیزائنز، ان کا اسلامی دنیا میں مختلف جگہوں پر استعمال اور ان کے بنانے کے طریقے پر سیر حاصل بات کی ہے۔

تجزیاتی نقطۂ نظر:

اسلامی جیومیٹرک ڈیزائنز بنیادی طور پر پیمانے(Ruler) اور پرکار(Compass) کی مدد سے لکیروں اور دائروں سے بنائے جاتے ہیں۔ ان بنیادی نمونوں کو جب خاص انداز میں دوہرایا جائے تو وہ انتہائی عالیشان اور لامتناہی سلسلوں پر مبنی نقوش کو جنم دیتے ہیں ۔ بالفاظِ دیگر یہ ڈیزائنز خواہ کتنا ہی پیچیدہ کیوں نہ ہوں ان میں خاص تناسب اور ترتیب پائی جاتی ہے۔ اسلامی جیومیٹرک نمونے کئی پرتوں(Multilayered) پر مشتمل ہو سکتے ہیں یعنی غور کرنے پر پتا چلتا ہے کہ ایک ہی نمونے میں کئی تراکیب ہو سکتی ہیں۔

اسلامی جیومیٹرک ڈیزائن کے بنیادی نمونے:

اسلامی جیومیٹریکل ڈیزائنز جیومیٹریکل نمونوں مثلث، مربع، مخمس، مسدس اور مثمن سے تشکیل پاتے ہیں۔[7] بنیادی طور پر ہر ایک جیومیٹرک ڈیزائن دائرے سے شروع ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مساوی الاضلاع شکلوں مثلث، مربع، مخمس، مسدس اور مثمن وغیرہ کے کونوں سے اس کے مرکز تک کا فاصلہ مستقل ہوتا ہے جیسے کہ دائرہ کے محیط سے اس کے مرکز تک کا فاصلہ مستقل ہوتا ہے۔ دائرے کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے سے مختلف نمونے بنتے ہیں۔ یہ نمونے چار، پانچ یا چھ تہہ(Folds) پر مشتمل ہو سکتے ہیں۔ ایک بنیادی نمونے کو گرڈ میں رکھ جاتا ہے اور مختلف کنسٹرکشن لائنز کھینچ کر ان کے مختلف قطعوں کو ملایا جاتا ہے جس کے بعد اس بنیادی نمونے کی تہہ بندی(Tessellation) سے بڑا نمونہ ابھرتا ہے۔[8]

چار تہوں والے نمونے(Fourfold Designs):

اگر ایک دائرے کے اندر چار دائرے لگائے جائیں جن کا قطر پہلے دائرے سے نصف ہو اور ان کے مراکز کو ایک دوسرے سے دور ترین رکھا جائے اور بڑے دائرے سے مس نقاط کو ملانے پر مربع کی شکل بنے گی۔ دو مربع اشکال کو 45 ڈگری کے فرق سے ملانے پر ہشت پہلو(Octagon) نمونہ تشکیل پاتا ہے۔4 اور 8 تہوں پر مشتمل نمونے زلیج(موزیک ٹائل ورک کی ایک قسم) اور الحمرا محل میں ملتے ہیں۔ آٹھ کونوں والا ستارہ صدیوں سے دستکاروں کے فن کا شاہکار رہا ہے۔ مربع، ہشت پہلو اور سولہ پہلو (Hexadecagon) نمونے مسجدِ نبوی(ﷺ) شریف میں جابجا ملتے ہیں۔ ہشت پہلو ڈیزائنز نوری مسجد حق باھوؒ (آستانہ عالیہ حضرت سلطان

[5]Evolution of Islamic Geometric Patterns, Yahya Abdullah, Mohamed Rashid Bin Embi, Faculty of Built Environment, Universiti Teknologi Malaysia, Johor 81310, Malaysia, 28 March 2013, P. 247

[6]Islamic Geometric Design, Eric Broug, Thames & Hudson, 2013, P. 10-11

[7]Ibid., P. 28

[8]https://www.youtube.com/watch?v=pg1NpMmPv48&t=95s&ab_channel=TED-Ed

عبد العزیزؒ جھنگ، پاکستان) میں دیکھنے کو ملتے ہیں- مسجد الکبیر تلمسان، الجیریا) کے دروازوں پر سولہ کونوں والے ستاروں پر مشتمل کام ملتا ہے-[9] آٹھ کونوں والے ستاروں پر مبنی ڈیزائن مسجد احمد ابن طولون کے منبر پر بھی نظر آتا ہے-

پانچ تہوں والے نمونے(Fivefold Designs):

پانچ کونوں والا ستارہ مخمّس کے غیر ملحق کونوں کو ملانے والے خطوط(Diagonals) سے تشکیل پاتا ہے- اسی طرح پانچ کونوں والے دو ستاروں کے ملاپ سے دہ گوشہ (Decagon) تشکیل پاتا ہے جو کہ اسلامی جیومیٹرک ڈیزائن میں پائی جانے والی ایک اہم ساخت ہے- ان ستاروں کے اطراف کو اگر بڑھایا جائے تو ان کے کونوں سے مزید ستارے بن سکتے ہیں- اس دہ گوشہ کے کونوں پر پائے جانے والے ستارے اور مخمّس سے مل کر بننے والا نمونہ کئی ڈیزائنز کو بنیاد فراہم کرتا ہے- مخمّس کو دوہرانا مشکل ہے کیونکہ یہ سطح کو مکمل طور پر نہیں بھرتی لیکن اس میں دوسرے نمونوں کو بیچ میں لاکر زیادہ پیچیدہ نمونے بنتے ہیں- اس طرح سے مخمّس اور اس سے تشکیل پانے والے نمونے منفرد ہوتے ہیں-[10] پانچ اور دس تہوں پر مشتمل نمونے مسجد الاقصیٰ میں صلاح الدین ایوبی کے منبر پر ملتے ہیں-

چھ تہوں والے نمونے(Sixfold Designs):

اسلامی دنیا میں زیادہ تر مسدس (Hexagon) سے بنائے گئے ڈیزائنز ملتے ہیں-[11] بارہ گوشہ (Dodecagon) شکل کو تین مثلثوں کے چار بار دہراؤ یا مربعوں کے تین بار دہراؤ سے تشکیل پاتی ہے- چھ تہوں والے نمونوں میں معمولی بنیادی تبدیلی سے بڑے ڈیزائن میں خاطر خواہ تبدیلی نظر آتی ہے- یہ نمونے تشکیل دینا نسبتاً آسان ہیں- چھ تہوں والے نمونے اسلامی دنیا کے طول و عرض میں مشہور ہیں- قاہرہ میں حضرت رقیہ بنت علی کے مزار والی مسجد میں لکڑی کے محراب میں مسدس اور چھ کونوں والے ستارے کے ڈیزائنز بنے ہوئے ہیں- حضرت سلطان باھوؒ کے مزار پر مسدس اور چھ کونوں والے ستارے کا کام جالی پر نظر آتا ہے- چین میں بیجنگ کی دو دیان مسجد (Doudian Mosque) میں فانوس کے ساتھ بھی چھ کونوں والے ستارے بنے ملتے ہیں-

اسلامی جیومیٹری کے چند اہم عناصر:

مقرنس(Muqarnas)

تاریخ میں مقرنس کو اسلامی فنِ تعمیر کے ایک اہم پہلو کے طور پر لیا گیا- مقرنس تہوں میں ترتیب دے کر دہرایا جاتا ہے جس میں ہر تہہ دوسری کو سہارا دیتی ہے-[12] یہ اکثر آدھے گنبد میں استعمال ہوتی ہے- مقرنس کو طاق(Niche) کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے-

گرہ(Girih)

اسلامی آرٹس کی مختلف اقسام میں بیل بوٹے کے نقوش (Arabesque) اور گلاب نما(Rosette) کے ساتھ ساتھ ایک اہم قسم گرہ ہے جس کا مطلب گانٹھ(Knot) ہے- اس قسم کے نمونوں میں اتصالی اور راسی نقاط سے متنوع جالا نما اشکال بنتی ہیں-[13] گرہ میں کثیر الاضلاع اشکال(Polygons) سے پٹے کی طرح کے نقوش بُنے جاتے ہیں-[14] ایران کے

[9]Islamic Geometric Design, Eric Broug, Thames & Hudson, 2013, P. 91

[10]Geometry in Islamic Art, Carol Bier, Encyclopaedia of the History of Science, Technology, and Medicine in Non-Western Cultures, 2015, P. 3

[11]Islamic Geometric Design, Eric Broug, Thames & Hudson, 2013, P. 95

[12]The Topkapı Scroll: Geometry and Ornament in Islamic Architecture, Gülru Necipoğlu, The Getty Center for the History of Art and the Humanities, 1995, P. 349

[13]Ibid., P. 9

[14]https://saeidshakouri.com/types-of-islamic-geometric-patterns/?srsltid=AfmBOopLW1CTVr53r1Mi5o1JMx0bmvkahDCznys9NIUJruOtNifCJHdJ

شہر شیراز میں حافظ شیرازی کی قبر پر بنائے گئے قبہ کے اندر گرہ کا نمونہ دیکھنے کو ملتا ہے-

زلیج (Zellij)

یہ موزیک ٹائل ورک کی ایک قسم ہے جس میں مٹی سے بنی ٹائلز کو تراش کر نمونے تشکیل دیئے جاتے ہیں جو کہ نرم و ملائم سطح پر مشتمل ہوتے ہیں- یہ فن مغرب (مراکش، تیونس، الجیریا) میں مشہور ہے-

بعض اہم عمارتی اجزاء:

گنبد (Dome)

اسلامی عمارتوں میں ایک اہم جزو گنبد کا ہے- بعض اوقات گنبد پر جیومیٹری کی نقش و نگاری نظر آتی ہے- عموماً اس میں مالٹے کی طرح حصوں کو دوہرایا جاتا ہے-[15] اس میں مختلف شکلوں کو نیچے سے اوپر کی جانب بھرا جاتا ہے جس وجہ سے انہیں اوپر سے دیکھنے پر پھول جیسی شکل نظر آتی ہے-

مینار (Minaret)

اسلامی فنِ تعمیر میں مینار کی بنیادی اہمیت ہے جو کہ مساجد کی خوبصورتی اور شان و شوکت میں نمایاں اضافہ کرتے ہیں- تیرھویں صدی میں ہندوستان میں بنایا جانے والا قطب مینار بھی اسلامی جیومیٹرک ڈیزائن کا مظہر ہے-

جالی اور مشربیہ

جالی کو برصغیر میں بطور کھڑکی یا پردہ استعمال کیا جاتا رہا- مختلف مزارات پر اس کا استعمال عام ہے- مشربیہ بھی جالی کی طرح کا جزو ہے جسے عرب دنیا میں بالکونی پر استعمال کیا جاتا ہے- اس کا بنیادی مقصد ہوا کا گزر اور پردہ ہے-

بنیادی خصوصیات:

تہہ بندی (Tessellation)

اکثر اسلامی ڈیزائنز گرڈ پر کثیر الاضلاع شکل کی تہہ بندی سے تشکیل پاتی ہے- تہہ بندی سے مراد نمونے کا اس طرح سے دوہرایا جانا ہے کہ پوری سطح کسی خالی جگہ (Gap) یا ایک دوسرے کو ڈھانپے (Overlap) بغیر بھر جائے- زیادہ تر چار یا چھ تہوں والے نمونے دہرائے جا رہے ہوتے ہیں- ضروری نہیں کہ دوہرائے جانے والے نمونے خود مکمل ہوں-[16] تہہ بندی کی مختلف اقسام ہیں جن میں سادہ دوہراؤ (translation)، گھماؤ (rotation) اور معکوس کرنا (reflection) شامل ہیں- تہہ بندی کی وجہ سے ڈیزائن میں لامحدودیت کا سا گمان ہونے لگتا ہے-

ہم آہنگی (Symmetry)

ایک ہی خاص نمونے کی تہہ بندی سے ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے- یہ ہم آہنگی اسلامی آرٹ کی بنیادی خصوصیت ہے جو ڈیزائن میں حسن پیدا کرتی ہے- اس کی مختلف اقسام ہو سکتی ہیں جن میں مرکزی ہم آہنگی (Radial Symmetry) اور دو طرفہ ہم آہنگی (Bilateral Symmetry) ہیں- مرکزی ہم آہنگی میں ایک مرکز کے گرد نمونہ بنایا گیا ہوتا ہے جو باہر کی طرف پھوٹ رہا ہوتا ہے- ایسا اکثر گنبد کے ڈیزائن میں ہوتا ہے- جب کہ دو طرفہ ہم آہنگی میں ایک لائن کے گرد نمونہ دو ایک جیسے حصوں میں تقسیم ہو رہا ہوتا ہے- اس قسم کی ہم آہنگی محرابوں اور قالینوں میں نظر آتی ہے-

ریاضیاتی درستگی (Mathematical Precision)

اسلامی ڈیزائن کے بنیادی نمونے میں معمولی سی بھی غلطی اس ڈیزائن کے بڑے ہونے پر زیادہ بڑی نظر آئے گی- اس لیے ایک بنیادی یونٹ کو گرڈ (Grid) میں رکھ جاتا ہے جس سے وہ درست (Precise) بنتی ہے-

کائناتی نقطۂ نظر

ارضی پہلو:

جیومیٹری کی اشکال میں خاص ہم آہنگی اور تناسب موجود ہے- مثال کے طور پر مربع، مسدس اور مخمس کے مخصوص خطوط میں بالترتیب دو کے جذر ($\sqrt{2}$)، تین کے جذر ($\sqrt{3}$) اور سنہری نسبت (Golden Ratio) کا تناسب

[15] Islamic Design: A Genius for Geometry, Daud Sutton, Wooden Books, 2007, P. 46
[16] Islamic Geometric Design, Eric Broug, Thames & Hudson, 201, P. 44

پایا جاتا ہے۔[17] سنہری نسبت (1.618) انسانی جسم کے مختلف حصوں اور کائنات میں بھی مختلف چیزوں کے تناسب میں پائی جاتی ہے۔ جیومیٹرک ڈیزائنز کائنات کی کئی چیزوں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ شہد کی مکھیاں اپنا چھتہ مسدس کی صورت میں بناتی ہیں۔ اسی طرح کئی قلموں (Crystals)، پھولوں اور پتوں وغیرہ میں بھی جیومیٹریکل نمونے نظر آتے ہیں۔

فلکیاتی پہلو:

جب ہم فلکیات کا مشاہدہ کریں تو وہاں بھی مختلف مظاہر میں جیومیٹریکل ڈیزائن دیکھنے کو ملتے ہیں۔ فیثا غورث کے مطابق اجرامِ فلکی کی حرکات میں خاص تناسب پایا جاتا ہے جسے انہوں نے کائناتی ہم آہنگی یا نغمہ افلاک (Musica Universalis or Music of the Spheres) کا نام دیا۔ رومن فلسفی بوئتھیوس نے جمال کا تعلق ریاضیاتی تناسب سے جوڑا جو کہ کائناتی ہم آہنگی میں منعکس ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک مرئی اور سمعی لحاظ سے خاص تناسب روح میں جمالیاتی ذوق پیدا کرتا ہے اور یہ تناسب نظامِ کائنات کے اصولوں پر ہی ترتیب دیا گیا ہے۔[18]

پانچ افلاطونی ٹھوس (Platonic Solids) پانچ کثیر السطوح (Polyhedrons) پر مشتمل ہیں جو افلاطون کے فلسفہ میں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ افلاطون نے چار بنیادی عناصر آگ، ہوا، مٹی اور پانی کو ان چار نمونوں سے تعبیر کیا جبکہ پانچویں عنصر سے مراد لیا جاتا ہے۔ کیپلر (Kepler) نے اپنے وقت تک دریافت پانچ سیاروں کے مداروں کے حجم

سے اس کا تعلق جوڑا۔ جب کہ اس سے قبل الکندی نے بھی اسی طرح علامتی مطابقت قائم کی۔[19]

مریخ زمین کے لحاظ سے قریباً آٹھ کونوں پر مبنی راستے میں گھومتا ہے۔[20] اسی طرح زہرہ (Venus) سورج کے گرد پانچ کونوں پر مبنی راستے میں گھومتا ہے۔[21] زمین کے سورج کے گرد پانچ مدار مکمل ہونے پر زہرہ کے سورج کے گرد آٹھ چکر مکمل ہو جاتے ہیں۔ یہاں دلچسپ بات یہ ہے کہ پانچ اور آٹھ دونوں فبونیکی سلسلہ (Fibonacci Series) کے اعداد ہیں۔ فبونیکی سلسلہ اعداد کا ایک سلسلہ ہے جس میں ہر نمبر دو پچھلے نمبرز کا مجموعہ ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ قدرت میں خاص کر نباتات کے ڈیزائن میں پایا جاتا ہے۔ سورج کا مدار بارہ برج (Constellations) (برج سے مراد ستاروں کا مجموعہ ہے) میں منطقۃ البروج (Zodiac) کی پٹی پر مشتمل ہے۔ ان برجوں کو ایک دائرے میں بارہ گوشہ (Dodecagon) کی صورت میں ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح دن یا سال میں وقت کا اتار چڑھاؤ (Cyclic Repetition) ہوتا ہے جسے ایک دائرے کی صورت میں ظاہر کیا جا سکتا ہے جیسا کہ گھڑی کی صورت میں ہوتا ہے۔

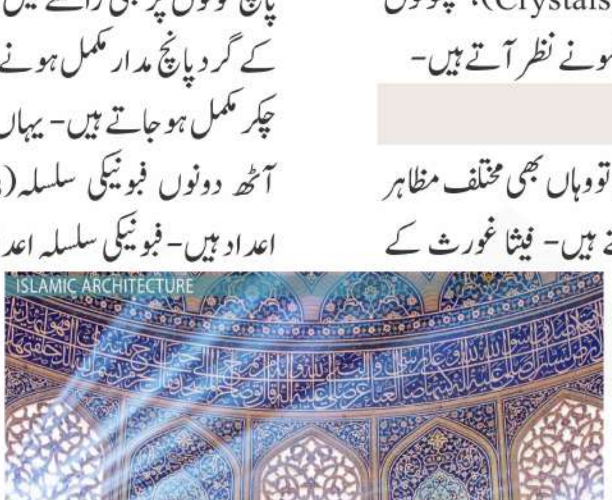

شیخ محی الدین ابن عربی (رحمۃ اللہ علیہ) کے مطابق بارہ برجوں کا عدد چار اور تین کی ضرب سے حاصل ہوتا ہے۔ جو چار بنیادی خصوصیات: گرمی، تری، خشکی اور نمی کو ظاہر کرتی ہیں جب کہ تین کے عدد سے مراد الروح کا سفر نزولی، بساطت اور

[17]Geometric proportions: The underlying structure of design process for Islamic geometric patterns, Loai M. Dabbour, Frontiers of Architectural Research (2012) 1, 382

[18]The Topkapı Scroll: Geometry and Ornament in Islamic Architecture, Gülru Necipoğlu, The Getty Center for the History of Art and the Humanities, 1995, P. 194

[19]Islamic Patterns: An Analytical and Cosmological Approach, Keith Critchlow, 1976, Thames and Hudson Ltd, P. 70

[20]Ibid., P. 152

[21]Geometric proportions: The underlying structure of design process for Islamic geometric patterns, Loai M. Dabbour, Frontiers of Architectural Research (2012) 1, 385

سفر صعودی ہیں یعنی ان بارہ علامتوں میں تمام قوانینِ فطرت سمٹ جاتے ہیں -[22] اسی طرح تین اور چار جمع کرنے سے سات کا عدد حاصل ہوتا ہے جو کہ روایتی ستاروں کی تعداد ہے- کہا جاتا ہے کہ ان سیاروں کو روحانی اور مادی دنیا کے مابین ربط کی نشانی کے طور پر لیا جاسکتا ہے یعنی یہ ایک طرح سے قوانین فطرت کا شہودی دنیا میں مظہر ہیں- مثلث تین اہم اجرامِ فلکی زمین، چاند اور سورج کو ظاہر کر سکتا ہے اسی طرح مسدس کائنات کے چھ دنوں میں بننے کو یا شش جہات (Six Dimensions) کو ظاہر کر سکتا ہے- ہشت پہلو سے مراد عرش یا حاملین عرش لیے جاسکتے ہیں-

فلسفیانہ پہلو:

اسلامی جیومیٹریکل ڈیزائنز جمالیاتی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ فلسفیانہ نظریات سے جڑے ہوئے ہیں- اسلامی آرٹ کا مقصد فنِ تعمیر کے ساتھ ساتھ بنیادی فلسفہ وحدت سے کثرت کے اظہار کی عکاسی کرنا ہے تا کہ انسان طبیعات سے مابعد الطبیعات میں جھانکنے کے قابل ہو جائے- اسلامی جیومیٹری کے نمونوں کو تشکیل دینے والے اصول ابدی قوانینِ فطرت کی عکاسی کرتے ہیں-[23] مختلف اسلامی نمونوں کا دوہراؤ درحقیقت ایک ہی وجود کو ظاہر کرتا ہے- اسلامی جیومیٹرک ڈیزائنز ترتیب، توازن اور لامتناہیت کا غماز ہیں- یہ نمونے اسلامی تہذیب و تمدن کے پہلو میں درستگی اور تفصیل کا بھی مظہر ہیں- اسلامی جیومیٹرک ڈیزائنز کائناتِ صغیر (Microcosm) اور کائناتِ کبیر (Macrocosm) کی ایک دوسرے میں عکاسی کرتے ہیں- کائنات میں چیزیں اپنے انفرادیت میں کسی حد تک مکمل ہونے کے ساتھ ساتھ اجتماعیت میں ایک بڑے نظام کا بھی حصہ ہوتی ہیں- جیومیٹری اس اصول کی عکاسی کرتی ہے-[24] جیسا کہ کیلیڈوسکوپ کے اصول پر اگر ایک عنصر یا نمونے کو کچھ آئینہ دار سطوحات کے درمیان رکھا جائے تو یہ نمونہ باقاعدگی سے اپنے آپ کو دوہراتا نظر آئے گا-

خانہ کعبہ مکعب نما (Cuboid) ہے جس کی جیومیٹریکل شکل باقاعدگی (Formality) اور جلال (Majesty) کی غماز ہے- خانہ کعبہ کا طواف کرتے زائرین ایک ہی مرکز کے گرد دائرے میں گھومتے ہیں- دائرے کا اسلامی ڈیزائنز میں بنیاد ہونا اسلامی فلسفے میں وحدانیت کی غمازی کرتا ہے- اشاعرہ کے مطابق جواہر (Atoms) محض مشیتِ ایزدی کے تحت آپس میں جڑے ہیں جو کہ کائنات کے عارضی پن اور خدا کے قادرِ مطلق ہونے کی دلیل ہے جس کا اظہار مقرنس کی صورت میں کیا گیا ہے-[25]

خلاصہ:

جیومیٹری کا اسلامی ڈیزائن میں استعمال جمالیاتی ذوق کی تسکین کے ساتھ ساتھ فطرت کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے- جیومیٹری کو عالمگیر زبان سمجھتے ہوئے اس کا تعلق فطرت سے جوڑا جاسکتا ہے- یہ زبان ہمیں آفاقی نشانیوں کو سمجھنے میں کافی ممد و ثابت ہو سکتی ہے- ضرورت اس امر کی ہے کہ دیگر علوم کے ساتھ ساتھ ہم اسلامی آرٹ کی طرف بھی توجہ دیں تا کہ اسلامی دنیا کے طول و عرض میں عرصہ قدیم سے موجود یہ عظیم ورثہ محفوظ رہ پائے اور نوجوان نسل کے سامنے اس کی اہمیت و افادیت اجاگر کی جاسکے-

☆☆☆

[22] Islamic Patterns: An Analytical and Cosmological Approach, Keith Critchlow, 1976, Thames and Hudson Ltd, P. 58
[23] https://artofislamicpattern.com/resources/educational-posters
[24] Islamic Patterns: An Analytical and Cosmological Approach, Keith Critchlow, 1976, Thames and Hudson Ltd, P. 74
[25] https://acsforum.org/sacred-geometry-the-spiritual-meaning-of-islamic-architectural-technologies

مسلم محرابوں کی تاریخ

محمد شمشیر

اصطلاح ''آرچ'' سے مراد ایک مڑا ہوا ساختی عنصر ہے جو ایک کھلنے پر پھیلا ہوتا ہے اور عام طور پر اس کے اوپر کے وزن کو سہارا دینے کے لیے استعمال ہوتا ہے- محراب ایک بنیادی تعمیراتی خصوصیت ہے اور قدیم سے جدید دور تک تعمیرات کے بہت سے انداز میں پائی جاتی ہے-

مسلم محرابوں کی تاریخ اسلام کے ابتدائی ایام میں ساتویں صدی عیسوی سے ملتی ہے اور تب سے محراب اسلامی فن تعمیر کی ایک اہم اور لازمی خصوصیت بن گئی ہے-

اسلام سے پہلے کی تاریخ

اسلامی فن تعمیر میں محراب کا استعمال قبل از اسلام کی کچھ ثقافتوں سے بھی متاثر تھا، بشمول:

رومن اور بازنطینی فن تعمیر:

رومیوں اور بازنطینیوں نے اپنی عمارتوں میں محرابوں کا بڑے پیمانے پر استعمال کیا، جیسے آبی راستے، پل اور گرجاگھر-

ساسانی فن تعمیر:

قدیم فارسی اپنی عمارتوں میں محراب کا استعمال کرتے تھے، جیسے پرسیپولیس کا محل-

اسلامی فن تعمیر میں محراب کی اہمیت

اسلامی فن تعمیر میں محراب کی اہمیت ساخت، جمالیات اور علامات کے طور پر ان کے کثیر الجہتی کردار میں پوشیدہ ہے جو اسلامی عمارتوں کے کردار کی وضاحت اور اس میں اضافہ کرتے ہیں-

1. ساختی اہمیت

بڑی جگہوں کے لیے سپورٹ: محرابیں وسیع کھلی جگہیں بنانے کی سہولت فراہم کرتی ہیں، جو مساجد اور مدارس میں نماز کے ہال، صحن اور ایوان جیسی جگہوں کیلئے ضروری ہیں- وہ تحریک اور نظر کی رکاوٹ کے بغیر بہاؤ کو فعال کرتے ہیں، جو اجتماعی عبادت کے لیے اہم ہے-

طاقت اور استحکام: وزن کو مؤثر طریقے سے تقسیم کرنے سے، محرابیں معماروں کو استحکام پہ سمجھوتہ کیے بغیر اونچے ڈھانچے، بڑے گنبد اور پیچیدہ چھتیں بنانے کی گنجائش فراہم کرتی ہیں-

متنوع آب و ہوا کے ساتھ موافقت: محرابیں ہوادار اور کھلے ڈیزائن بنا کر، خاص طور پر صحرائی علاقوں میں ہوا اور ٹھنڈک کے اثرات مہیا کرتی ہیں-

2. جمالیاتی اہمیت:

شناخت: محراب اسلامی فن تعمیر کی خاص پہچان ہیں، فوری طور پر پہچانے جانے والے اور اسلامی تعمیراتی روایت کی علامت ہیں-

خوبصورتی: محرابوں کی خمیدہ شکلیں عمارتوں کی خوبصورتی اور ہم آہنگی کو بڑھاتی ہیں، جس سے ساخت اور سجاوٹ کے درمیان توازن پیدا ہوتا ہے-

سجاوٹ اور آرائش: محراب اکثر جیومیٹرک پیٹرن، خطاطی سے آراستہ ہوتی ہیں، جو انہیں فن کے کاموں میں تبدیل کرتے ہیں جو اسلامی نظریات کی لامحدودیت اور توحید کی عکاسی کرتے ہیں-

3. علامتی اہمیت

روحانی گیٹ وے: محراب اکثر دنیا سے مقدس راہ کی جانب منتقلی کی نشاندہی کرتی ہیں، مساجد، مزارات اور دیگر مذہبی مقامات کے داخلی راستوں کو منفرد اور دیدہ زیب بناتی ہیں-

4. ثقافتی اور تاریخی اہمیت

ثقافتی شناخت: محراب اسلامی فن تعمیر کو اس کی تاریخی بنیادوں سے جوڑتی ہیں جبکہ علاقائی موافقت کی نمائش کرنے کا ذریعہ بھی ہیں، جیسے فارسی نوک دار محراب، موریش گھوڑے کی نالی کی محرابیں، اور ہندوستانی سکیلپڈ محراب-

اختراع اور میراث: اسلامی معماروں نے مختلف قسم کے محرابوں کو اختراع کیا، جس سے عالمی تعمیراتی طرز بہت متاثر ہوا، بشمول رومنسک، گوتھک اور مغربی نشاۃ ثانیہ کی روایات-

5. دیگر تعمیراتی عناصر کے ساتھ انضمام

گنبد اور مینار: محراب اکثر گنبد کو سہارا دیتی ہیں اور مربع بنیادوں اور سرکلر ٹاپس کے درمیان آسانی سے تعلق قائم کرنے میں معاون ہیں، جو مسجد کے ڈیزائن کی ایک دلکش خصوصیت ہے-

صحن اور کھلنے کیلئے فریم: محراب صحن، داخلی راستوں اور کھڑکیوں کی وضاحت اور فریم بناتی ہیں، جس سے کشادگی اور رابطے کا احساس پیدا ہوتا ہے-

مسلم محراب کی اہم اقسام

اسلامی فن تعمیر، محرابوں کے استعمال سے خصوصیت رکھتا ہے جو دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے اور مقامی طرز تعمیر کو بھی متاثر کرتا ہے- مسلم محرابوں کی تاریخ مسلم معماروں کی ذہانت اور تخلیقی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے، جنہوں نے اپنی عمارتوں میں محرابوں کو استعمال کیا اور اسے بہتر بنایا، اور فن تعمیر کی دنیا میں ایک دیرپا میراث چھوڑ گئے ہیں-

مسلم فن تعمیر، خاص طور پر اسلامی فن تعمیر میں مختلف قسم کی محرابیں موجود ہیں جو ساختی اور آرائشی دونوں مقاصد کو پورا کرتی ہیں- یہ محرابیں صدیوں کے علاقائی انداز، ثقافتی اثرات اور تعمیراتی ارتقا کی عکاسی کرتی ہیں-

اسلامی فنِ تعمیر میں محراب کی اہم اقسام درج ذیل ہیں:

1. ہارس شو آرچ(Horseshoe Arch)

تفصیل: گھوڑے کی نعل کی طرز کی، ایک گول یا نوک دار شکل کی طرح سے خصوصیات رکھتی ہے جو ایک نیم دائرے سے باہر پھیلی ہوئی ہے-

مثال: اموی فن تعمیر، موریش (اندلسی) فن تعمیر اور شمالی افریقہ - قرطبہ، سپین کی عظیم مسجد-

2. نوک دار محراب (اوگیول آرک)

تفصیل: چوٹی پر ایک تیز نقطہ پر دو آرکس میٹنگ کے ذریعہ تشکیل دی گئیں، زیادہ طاقت اور اونچائی فراہم کرتی ہے-

مثال: قطب مینار کمپلیکس، دہلی-

3. کی ہول آرک

تفصیل: ہارس شو آرک کی ایک تبدیلی، محراب کے اوپر ایک دائرہ کھلنے کے ساتھ، کی ہول کی طرح ہے-

مثال: الحمراء، غرناطہ، سپین-

4. ملٹی فولیل آرک

تفصیل: ایک سے زیادہ گول لابس یا "فائلز" کے ساتھ ایک محراب، آرائشی اور آرائشی اثر پیدا کرتی ہے-

مثال: مغل باغات اور محلات-

5. ٹریفوائل آرک

تفصیل: ایک تین لابڈ محراب، جسے اکثر اسٹائلائزڈ شکل کے طور پر دیکھا جاتا ہے-

مثال: الحمراء، غرناطہ، سپین-

6. اوگی آرک

تفصیل: دوایس (S) شکل کے منحنی خطوط پر مشتمل ہے جو ایک نقطہ پر ملتے ہیں، دوہرا خم دار محراب بناتے ہیں-

مثال: تاج محل، آگرہ-

7. ڈراپ آرچ (چار مرکز والا محراب)

تفصیل: ایک چوڑا، چپٹا محراب اکثر داخلی راستوں اور کھڑکیوں کے لیے استعمال ہوتا ہے-

مثال: جہانگیر کا مقبرہ، لاہور-

8. بلائنڈ آرچ

تفصیل: ایک آرائشی محراب جس کی دیوار میں کوئی سوراخ نہیں ہے، جو اکثر زیبائش کے لیے استعمال ہوتا ہے-

مثال: مسجد الازہر، قاہرہ

9. قطعاتی محراب

تفصیل: ایک اتلی، کم خمیدہ محراب جو ساختی ڈیزائن میں فنکشنل مقاصد کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

یہ محرابیں نہ صرف ساختی عناصر کے طور پر کام کرتی ہیں بلکہ علامتی اور جمالیاتی معنی بھی بیان کرتی ہیں، اسلامی اصولوں جیسے اتحاد، لامحدودیت اور حسن پر زور دیتی ہیں۔

علاقائی تغیرات

مختلف علاقوں میں محرابوں کی مختلف شکلیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ جن میں چند اہم درج ذیل ہیں:

مشرق وسطیٰ کا فن تعمیر: مشرق وسطیٰ کے فن تعمیر میں نوک دار محرابیں اور ملٹی فولائل محراب عام طور پر استعمال ہوتی تھیں۔

شمالی افریقی فن تعمیر: ہارس شو آرچز اور ملٹی فوائل آرچز شمالی افریقی فن تعمیر کی خصوصیت تھیں۔

ہندوستانی فن تعمیر: ہندوستان میں مغل سلطنت نے اسلامی اور یہاں کے روائتی ہندو تعمیراتی طرزوں کا ایک انوکھا امتزاج تیار کیا، جس میں گول اور نوک دار محرابیں اور پیچیدہ آرائش شامل تھی۔

اندلسی محراب:

قرطبہ اور مسلم اسپین کے دیگر تعمیراتی نمونوں میں ایک منفرد انداز پایا جاتا ہے۔موجودہ مراکش میں اسی انداز کا تسلسل نمایاں طور پہ دیکھا جاسکتا ہے۔

مسلم محرابوں کی اہمیت

مسلم محراب، اسلامی فن تعمیر کی ایک لازمی خصوصیت، عملی اور علامتی دونوں لحاظ سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ ان کی اہمیت کو اس طرح تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1. فنکشنل اہمیت

ساختی معاونت: محرابیں وزن کو مؤثر طریقے سے تقسیم کرتی ہیں، جس سے مسجدوں، صحنوں اور گنبدوں جیسی بڑی، کھلی جگہوں کی تعمیر ممکن ہوتی ہے۔

موافقت: ان کا ڈیزائن اونچی چھتوں اور وسیع اندرونی حصوں کی تخلیق کی اجازت دیتا ہے، کھلے پن اور سکون کے احساس کو فروغ دیتا ہے، عبادت اور اجتماعات کیلئے مثالی ہے۔

پائیداری: محرابوں کے گھماؤ انہیں کافی دباؤ کا مقابلہ کرنے میں مدد دیتے ہیں، جس سے وہ ماحولیاتی دباؤ کے لیے لچکدار ہوتے ہیں۔

2. جمالیاتی اہمیت

بناوٹی خوبصورتی: مسلم محرابیں انتہائی آرائشی ہیں، جن میں اکثر پیچیدہ ہندسی نمونوں، خطاطی، یا عربی ڈیزائنوں کی خاصیت ہوتی ہے جو اسلامی ثقافت کی فنکارانہ دولت کی عکاسی کرتے ہیں۔

علامت نگاری: نوک دار محراب (اسلامی فن تعمیر میں عام) روحانی خواہش اور زمین اور آفاق کے درمیان تعلق کی علامت ہے۔

3. مذہبی اور ثقافتی علامت

مقدس جگہ: محراب اکثر مقدس علاقوں کی حد بندی کرتے ہیں، جیسے کہ محراب (مکہ کی سمت کی نشاندہی کرنے والا طاق)، نمازیوں کی رہنمائی میں اپنے کردار پر زور دیتے ہیں۔

4. تاریخی اور ثقافتی سیاق وسباق

ثقافتی شناخت: مسلم محراب اسلامی فن تعمیر کی ایک بصری شناخت کے طور پر کام کرتے ہیں، مختلف خطوں میں مساجد، محلات اور مقبروں کو ممتاز کرتے ہیں۔

فن تعمیر میں جدت: مسلم معماروں نے مختلف محراب کی شکلوں کا آغاز کیا، جیسے کہ ہارس شو آرچ، نوک دار محراب، اور ملٹی فوائل آرچ، جس نے دنیا بھر میں بعد کے فن تعمیر کے اسلوب کو متاثر کیا۔

گوتھک فن تعمیر پر اثر: اسلامی فن تعمیر میں محراب کے استعمال نے عالمی سطح پر فن تعمیر کی ترقی پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ نوک دار محراب، جو اسلامی فن تعمیر میں تیار ہوئی، نے یورپ میں گوتھک فن تعمیر کی ترقی کو بہت متاثر کیا۔

☆☆☆

اسلامی فن تعمیر میں منبر و محراب کی اہمیت

سمیرا اشرف
(پی ایچ ڈی سکالر، یونیورسٹی آف کراچی)

دنیا میں مختلف اقسام کے فنون رائج ہیں لیکن ان میں سب سے نامور اور قدیم فن دو طرح کے ہیں، فنون لطیفہ اور فنون کثیفہ- وہ فنون جن کا تعلق انسانی عقل سے ہو، اسے فنون لطیفہ قرار دیا جا رہا ہے- جیسے مصوری، موسیقی اور خطاطی وغیرہ اور اسی طرح اگر ان فنون کا تعلق دیگر اعضائے جسمانی سے ہو تو اسے فنون کثیفہ کہا جاتا ہے- فن تعمیر بھی فنون کثیفہ میں شامل ہے- یہ بنیادی فن ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت قدیم بھی ہے اتنا ہی قدیم جتنا کہ حضرت انسان- کیونکہ انسان کے مسکن اور رہائش کیلئے اسی فن کی ضرورت پیش آتی ہے- ہر قوم کی ترقی اور تنزلی کا انحصار اس کے فن تعمیر پر ہی ہوتا ہے- یہی وجہ ہے کہ آثار قدیمہ سے ملنے والے فنی نوادرات سے اس قوم کی ترقی اور معیار زندگی کے بارے میں رائے پیش کی جاتی ہے- قرآن کریم نے بھی قوم ثمود کا تذکرہ فرمایا تو ان کے فن تعمیر ہی کو بنیاد بنایا- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ"[1]

"اور ثمود جنہوں نے وادی میں بڑے بڑے پتھر تراشے تھے"-

فن تعمیر میں مختلف مذاہب اور اقوام کے انداز جداگانہ طرز کے ہوتے ہیں اور ان کے تعمیری فن پارے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں- ان فن پاروں میں ان کے مذہب اور ثقافت کے اثرات جھلکتے ہیں- اسلامی اور غیر اسلامی دونوں طرزِ تعمیر میں ثقافت اور مذہب کا رنگ بہت نمایاں ہوتا ہے- جس کے سبب وہ ایک دوسرے پر امتیازی حیثیت رکھتے ہیں- پروفیسر محمد مجیب لکھتے ہیں:

"کسی قوم کا فن تعمیر اس کے ذہن اور مزاج کی صحیح عکاسی کرتا ہے- مساجد کے کھلے صحن مسلمانوں کی وسعتِ قلب اور اونچے منارے ان کے بلند حوصلوں کی غمازی کرتے ہیں- دہلی کا قطب مینار وہی قوم تعمیر کر سکتی ہے جس کا عزم و حوصلہ بھی اتنا ہی بلند ہو- جامع مسجد دہلی اور بادشاہی مسجد لاہور کے کشادہ صحن وہی قوم بنا سکتی ہے جس کا دل بھی اتنا ہی کشادہ ہو"-[2]

اسلامی فن تعمیر (Islamic Architecture) کی ابتدا اس وقت ہوئی جب رسول اللہ (ﷺ) نے اسلام کی پہلی مسجد "مسجد نبوی ؐ" کی تعمیر فرمائی- بظاہر یہ مسجد سادہ اینٹوں اور گارے سے تیار کردہ تھی لیکن اس میں مسلمانوں کی حالت اور حیثیت کا عکس جھلکتا تھا- یہی طرز خلفائے راشدین کے ادوار میں بھی ملتا ہے کہ جب دورِ فاروقی میں مسجد نبوی کی دوبارہ تعمیر کی گئی تو تعمیر میں سادگی کو برقرار رکھا گیا-[3]

اسلامی فن تعمیر ایک منفرد اور خوبصورت طرزِ تعمیر ہے جو اسلامی ثقافت، مذہب اور فنون کے اثرات کو نمایاں کرتا ہے- یہ طرزِ تعمیر بنیادی طور پر مساجد، مدارس، محلات،

[1](الفجر:9)
[2](مالک رام، نذر عرشی، ص:109)
[3](خورشید پرویز صدیقی، ص:7)

اور دیگر عمارات میں نظر آتا ہے اور اس میں مختلف خطوں اور ادوار کی خصوصیات شامل ہیں۔ اسلامی فن تعمیرات اپنے آغاز سے لے کر آج تک پوری دنیا میں بہت مشہور و معروف ہے اور نہ صرف مسلم امہ بلکہ دنیا بھر کے ماہر تعمیرات اس سے متاثر اور معترف ہیں۔

اسلامی فن تعمیر میں مساجد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہ دین کی عبادت و ریاضت کا بنیادی ستون اور مرکز ہیں۔ مسلمان دن میں کئی بار اس گھر کی حاضری دیتے اور اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ گنبد، محراب اور مینار ہر مسجد کا خاصہ ہوتے ہیں۔ قدیم اسلامی مساجد میں مسجد الحرام، مسجدِ نبوی، مسجدِ قبا اور مسجدِ اقصیٰ شامل ہیں۔ یہ مساجد اسلامی اقدار کی پہچان ہیں اور آج بھی دنیا بھر میں تعمیر کی جانے والی مساجد ان ہی کے طرزِ تعمیر سے جڑی ہیں۔ وہ تمام مساجد فن تعمیر میں اپنی مثال آپ ہیں جن کو دیکھنے اور زیارت کرنے کے لیے سیاح دور دور سے آتے اور اسلام کے فن پاروں سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اسلامی فن تعمیر کا یہ ایک مخصوص مزاج ہے۔ اسی فن کے تحت مساجد اور محلات کے صحن کھلے اور کشادہ رکھے جاتے ہیں، جہاں مختلف تہوار اور عبادات کے لیے لوگوں کا جم غفیر سما سکے اور یہی اسلامی روایات اور ثقافتی اقدار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔[4]

اسلامی فن تعمیر کی خصوصیات:

اسلامی فن تعمیر بہت سی خصوصیات کی حامل ہے۔ اس میں نہ صرف تہذیب و ثقافت کا مکمل عکس ملتا ہے بلکہ مذہبی اقدار اور روایات بھی پائی جاتی ہیں۔ مساجد کے منبر و محراب میں بہترین خطاطی اور نقش و نگار میں لکھی گئی قرآنی آیات اور اسلامی نقوش کی کاریگری روحانیت پیدا کرتی ہیں۔ یہ

آرائشی خطاطی قرآنی آیات، عربی خطاطی اور اسلامی نقوش کی صورت میں مسجدوں کی دیواروں اور چھتوں پر خوبصورتی سے کندہ کیے جاتے ہیں۔ یہ منبر و محراب مرکزیت کی علامت بھی ہیں جن سے علم و حکمت کے بیش قیمت موتی لوگوں تک پہنچتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان مساجد میں جیومیٹریکل اشکال اور پیچیدہ ڈیزائن بہت نمایاں ہیں جو توازن اور ہم آہنگی کی علامت ہیں۔ یہ تمام نمونے اسلامی فن تعمیر کی خوبصورتی، تاریخ اور ثقافت کی عظیم وراثت کو نمایاں کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے مذہبی اور غیر مذہبی دونوں طرح کی بے شمار عمارتیں مسلم دنیا میں تعمیر کیں اور ان دونوں طرح کی عمارتوں میں اسلامی فن تعمیر کا بھرپور اظہار ہے۔

منبر و محراب کی اہمیت:

منبر اور محراب اسلامی فن تعمیر کے ایسے لازمی اجزاء ہیں جو نہ صرف عبادت میں مدد فراہم کرتے ہیں بلکہ اسلامی ثقافت اور دینی شعائر کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔ یہ دونوں عناصر مساجد کی روحانی اور عملی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔ منبر ایک بلند جگہ یا سیڑھی دار ساخت ہے، جہاں امام جمعہ، عیدین اور دیگر مواقع پر خطبہ دیتے ہیں۔ یہ عموماً محراب کے ساتھ یا اس کے قریب بنایا جاتا ہے۔ جبکہ محراب مسجد کی دیوار میں ایک محرابی ساخت ہوتی ہے جو ہمیشہ قبلہ (مکہ مکرمہ) کی سمت میں تعمیر کی جاتی ہے۔

منبر و محراب کے مقاصد:

منبر سے خطبہ دینا سنت نبوی (ﷺ) ہے۔ امام منبر پر کھڑے ہو کر عبادات، تعلیم اور رہنمائی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ اس کی بلندی اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ امام کی بات تمام نمازیوں تک بآسانی پہنچے۔ اس پر کھڑے ہو کر امام لوگوں کو دینی احکام، سماجی مسائل اور اسلامی تعلیمات کے بارے میں آگاہ کرتے ہیں۔ یہ مسلمانوں میں اتحاد اور قیادت

[4](سر سید احمد خان، آثار الصنادید، ج:1، ص:34)

کی علامت ہے، جہاں سے امام دین اور دنیاوی معاملات میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں- یہ اکثر اسلامی نقش ونگار اور خطاطی سے مزین ہوتا ہے، جو مسجد کے جمالیاتی حسن میں اضافہ کرتا ہے-

جبکہ محراب کا بنیادی مقصد نمازیوں کو قبلے کی سمت کی طرف متوجہ کرنا ہے- اس کے سامنے امام کھڑا ہو کر نماز کی امامت کرتا ہے- اس کی ساخت اور اس پر کی گئی تزئین و آرائش عبادت گزاروں کیلئے خشوع و خضوع پیدا کرتی ہے- محراب کا ڈیزائن امام کی آواز کو ارتکاز دیتا ہے، خاص طور پر ان مساجد میں جہاں مائیکروفون موجود نہیں ہوتا- مسلمانوں نے اپنی ترقی اور عروج کے زمانے سے ہی مسجدوں کو خوبصورت منبر و محراب سے مزین کیا ہے- اسلامی فن تعمیر نے دنیا کے مختلف خطوں پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں- عرب، فارس، ترکی، ہندوستان اور اندلس میں اس فن کے مختلف انداز دیکھنے کو ملتے ہیں، جو ہر علاقے کی ثقافت اور مقامی روایات کے ساتھ ہم آہنگ ہیں- یہ طرزِ تعمیر نہ صرف روحانی اہمیت رکھتا ہے بلکہ انسانی تخلیقی صلاحیتوں کا بھی عکاس ہے-

اسلامی فن تعمیر میں منبر اور محراب کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، خاص طور پر مساجد میں- یہ دونوں عناصر نہ صرف دینی عبادات میں اہم کردار ادا کرتے ہیں بلکہ فن تعمیر اور آرٹ کے لحاظ سے بھی نمایاں ہیں- مسلمانوں کو فتوحات کے بعد جو قدیم ورثے ملے ان میں مختلف فن تعمیر کے نمونے بھی شامل ہیں جس کو اسلامی طرز میں ڈھال کر مسلمانوں نے اپنے عبادت گاہیں تعمیر کیں جو کہ مسلم امہ کی ترقی اور خوشحالی کا منہ بولتا ثبوت ہیں- نہ صرف مساجد بلکہ ہر طرح کی عمارتوں کو منبر و محراب سے مزین کیا جانا اسلامی ثقافت کا حصہ بن چکا ہے- خواہ وہ مقبرہ ہو، قلعہ ہو، مزار ہو یا کوئی اور عمارت- ہر ایک کی تعمیر کے وقت اس کی خوبصورتی اور آرائش کیلئے گنبد و مینار لازمی اجزاء میں شمار کیے جاتے ہیں-

فن تعمیر میں منبر و محراب کے روحانی پہلو:

منبر اور محراب نہ صرف عباداتی مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں بلکہ ان کے گہرے روحانی پہلو بھی ہیں، جو مسلمانوں کے دینی اور روحانی تجربے کو تقویت دیتے ہیں- یہ دونوں عناصر مساجد کی ساخت میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور عبادت گزاروں کو اللہ کے قریب ہونے کا احساس دلاتے ہیں- منبر اور محراب اسلامی فن تعمیر کی ایسی علامتیں ہیں جو دین کی روحانی گہرائی اور اسلامی ثقافت کی فنی بلندی کو ظاہر کرتی ہیں- یہ دونوں عبادت گاہ کے وقار اور جمالیاتی کشش کو بڑھاتے ہیں اور مسلمانوں کی مذہبی آزادی کے پرچار میں اہم کردار ادا کرتے ہیں-

محراب کے روحانی پہلو:

مسجد کا بنیادی حصہ محراب روحانیت کا عظیم مرکز اور محور ہے- یہ نمازیوں کی رہنمائی کرتا ہے کہ وہ نماز کے دوران کعبہ کی سمت رخ کریں، جو اللہ کی طرف توجہ مرکوز کرنے کی علامت ہے- یہ مسلمانوں کو اتحاد کی یاد دہانی کراتا ہے، کیونکہ دنیا بھر کے مسلمان ایک ہی سمت میں نماز پڑھتے ہیں- اس کی آرائش، جیومیٹریکل ڈیزائن اور قرآنی آیات نماز کے دوران سکون اور خشوع پیدا کرتی ہیں- اس کی ساخت عبادت گزار کو

ایک مقدس اور روحانی ماحول فراہم کرتی ہے- محراب امام کی آواز کو مسجد کے اندر پھیلانے اور نمازیوں تک پہنچانے میں مدد دیتا ہے، جس سے اللہ کے کلام کی گونج دلوں میں اثر پیدا کرتی ہے-بعض اسلامی روایات میں محراب کو جنت کے دروازے سے تشبیہ دی گئی ہے، جو نمازی کو خدا کی قربت کا احساس دلاتی ہے-

منبر کے روحانی پہلو:

منبر، امام کے خطبہ دینے کی جگہ، اسلامی فن تعمیر میں قیادت اور روحانیت کی علامت ہے- یہ وہ مقام ہے جہاں سے امام قرآنی تعلیمات اور احادیث بیان کرتے ہیں- یہ مسلمانوں کی دینی رہنمائی کا ذریعہ ہے- گویا یہ علم و ہدایت کا مرکز سمجھا جاتا ہے-خطبہ کے ذریعے مسلمانوں کو دینی احکام، اخلاقی اصول اور زندگی کے مختلف پہلوؤں پر رہنمائی فراہم کی جاتی ہے-اتحاد اور مساوات کی علامت ہونے کے سبب مسلمانوں کو ایک امام کی قیادت میں جمع ہونے اور اسلامی اصولوں پر عمل کرنے کا درس دیتا ہے-اسی طرح اس کا استعمال حضور نبی اکرم (ﷺ) کی سنت کو زندہ رکھتا ہے، جنھوں نے مسجد نبوی میں خطبے کے لیے منبر کا استعمال کیا- منبر روحانی اور

سماجی قیادت کی علامت ہے، جہاں سے امام معاشرتی اور دینی مسائل پر روشنی ڈالتے ہیں- منبر سے دیے جانے والے خطبات عبادت گزاروں کے دلوں میں تقویٰ، خشیت اور ایمان کو مضبوط کرتے ہیں-

خوش آں مسجد و مدرسہ و خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمدؐ

”مبارک ہے وہ مسجد اور مدرسہ اور خانقاہ، جہاں قیل و قال محمدؐ ہوتا ہے (یعنی احادیث کا درس ہوتا ہے اور تصفیۂ قلوب میں اعمال و افعال نبوی کی روشنی میں حقیقت و معرفت کی راہ دکھائی جاتی ہے)“-

الغرض! ہر فنی ورثہ میں گنبد و مینار کو خاص انداز میں تعمیر کیا گیا ہے کہ یہ اسلامی عمارات کا مرکز ہیں- منبر اور محراب نہ صرف اسلامی فن تعمیر کی جمالیاتی خوبصورتی کو نمایاں کرتے ہیں بلکہ ان کے گہرے روحانی پہلو مسلمانوں کے عباداتی تجربے کو مزید موثر اور بامعنی بناتے ہیں- یہ دونوں عناصر اللہ کے ساتھ بندے کے تعلق کو مضبوط کرنے کا ذریعہ ہیں اور مساجد اور دیگر تعمیرات اسلامیہ کی روحانی فضا کو جلا بخشتے ہیں-

☆☆☆

www.alfaqr.tv
YouTube
CHANNEL
www.youtube.com/AlfaqrTv
علمی،فکری اور تربیتی خطابات اور لیکچرز دیکھنے کیلئے
Alfaqr.Tv
Official Channel Of Islahee Jamaat & Almi Tanzeem-ul-Arifeen
پختہ ایمان کی اولین شرط کیا ہے؟
رسول کریم ﷺ کی زیارت کا آسان ذریعہ
حضور نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر اصح قرآنی دلیل
پاکستان ترکی مل کر کیا اہداف حاصل کر سکتے ہیں؟
What Pakistan Turkey can achieve with collective efforts?
کیسے بے لگام آزادی اظہار رائے اسلاموفوبیا کا سبب بننے لگا؟
We Stand with Kashmir and Kashmiris
الفقر ٹی وی ویب سائیٹ اور یوٹیوب چینل وزٹ کریں

www.mirrat.com

ماہنامہ
مرآۃ العارفین انٹرنیشنل
لاہور

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

مراۃ العارفین انٹرنیشنل اردو کا ماہانہ تحقیقی مجلہ ہے۔
مذکورہ ماہنامہ کا نام سید الشہداء نواسہ رسول حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ)
کی ایک عظیم تصنیف مراۃ العارفین پر رکھا گیا ہے۔

عالمی معیار کی ویب سائٹ

پہلا صفحہ تعارف عنوانات / مضامین نمایاں مضامین خصوصی مضامین میگزین محفوظ برائے رابطہ

تازہ ترین اور گزشتہ میگزین کے مطالعہ کیلئے وزٹ کریں

www.mirrat.com